ہما کوکب بخاری

وہ جیسے میری زندگی کی گم شدہ کڑی تھی

www.paksociety.com

وہ جیسے میری زندگی کی گمشدہ کڑی تھی

ہما کوکب بخاری

مکمل ناول

چھن کی آواز کے ساتھ کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا اور کرکٹ کی گیند فرش پر ڈھنڈ... کی پروا کیے بغیر پیس واک کے ستونوں پر مٹی سے بیل بوٹے بناتی ہوئی اسٹڈی ٹیبل سے نیچے قالین پر لڑھک گئی۔ اور ...ے ہوئے پتے کھانے لگی۔ یہ حملہ اتنا اچانک اور شدید تھا کہ ربیکا کی چیخ بھی اس کے حلق میں دم توڑ گئی اور جب تک وہ صورت حال کو سمجھنے کے قابل ہوئی، ردِعمل کا وقت گزر چکا تھا۔ اس نے ایک نظر قالین پر بکھری شیشے کی کرچیوں کی جانب دیکھا پھر اس گیند کی طرف جو اب پتے کھانے کے بعد رک رہی تھی پھر اس کی نظر کھلی ہوئی کتاب پر پڑی اور اسے مٹی سے اٹے ہوئے دیکھ کر وہ چیخ پوری قوت سے اس کے حلق سے برآمد ہوئی جو پہلے حیرت اور خوف کے باعث اندر ہی اندر دم توڑ گئی تھی۔

وہ تیزی سے کھڑکی کی جانب بڑھی اور باہر سڑک کی طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیکھا۔ وہاں کافی سارے لڑکے کرکٹ کھیلنے کے لیے جمع تھے اور انہی میں سے ایک لڑکا بیرونی دیوار پھلانگ کر غالباً گیند کی ہی تلاش میں اندر آرہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کسی لوٹ کے گھر چوری چھپے اندر داخل ہونے کے بجائے اپنے گھر کے لان میں چہل قدمی کر رہا ہو۔

"ہوں، تو یہ اس آلو کی دُم کی کارستانی ہے۔" اُس نے دل میں سوچا اور کھڑکی کے سلائیڈنگ شیشے کو ایک طرف ہٹا کر باہر کود گئی۔

"تو یہ سازش تم نے کی ہے؟" ربیکا نے گلابوں کے کنج میں گیند تلاش کرتے ہوئے لڑکے کے سر پر پہنچ کر کہا۔

اپنے پیچھے نسوانی آواز سُن کر وہ اُچھل ہی تو پڑا۔

"باپ رے، آپ کون ہیں؟ کہیں اس مکان کی بدروح تو نہیں ہیں؟"

"کیا کہا؟" ربیکا چیخی "میں تمہیں بدروح دکھائی دیتی ہوں؟"

"آئی ایم سوری! میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں، بدروح اتنا اُونچا نہیں چیخ سکتی۔"

ربیکا کے تن بدن میں آگ لگ گئی "زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو اور اندر چلو۔"

"اندر، کیوں؟"

"سوال جواب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فوراً اندر چلو۔"

"چلا تو جاتا ہوں لیکن آپ پر حبسِ بے جا کا کیس بن سکتا ہے۔"

"تم اندر چلو۔" ربیکا نے اُسے دھکا دیا۔

وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے لاؤنج میں پہنچے تو چائے پیتے ہوئے امّی اور ابّو نے حیرانی سے دونوں کو دیکھا۔

"یہ کون ہے ربیکا؟" امّی نے حیرت سے پوچھا "اور تم باہر کہاں سے نکلیں؟"

"میں کھڑکی سے باہر نکلی تھی ورنہ یہ سازشی لڑکا خطرے کی بُو سونگھتے ہوئے فرار بھی ہو سکتا تھا۔"

"آہا! گویا ایک مجرم ہاتھ آیا ہے۔" ابّو جی کھِل اُٹھے۔

"ابّو جی! یہ میرا مجرم ہے۔" ربیکا جلدی سے بولی۔

لڑکا حیرت سے یہ تمام گفتگو سُن رہا تھا۔

"آپ باپ بیٹی سے تو خدا بچائے۔" امّی جان تنگ آکر بولیں "بھئی یہ کون لڑکا ہے، کہاں سے آیا ہے، تم تمہارے

نظر میں یہ آئیں اور آپ سے۔" اب اُن کا رخ [illegible] کی طرف تھا۔

"بجائے اس کے کہ آپ اسے کوئی عقل کی بات بتائیں، اُلٹے دو ہاتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔"

"امّی! آپ تو خواہ مخواہ ڈانٹتی ہیں، اس لڑکے نے سازش کی ہے۔"

"آنٹی! میں نے کوئی سازش نہیں کی۔" لڑکے نے ایک لمحے میں چہرے پر مسکینی طاری کر لی۔

"چپ!" ربیکا پھر چیخی "تمہاری کی ہوئی سازش کے ٹکڑے میرے کمرے کے قالین پر بکھرے ہوئے ہیں۔"

پھر وہ امّی کی طرف مڑی "امّی! اس لڑکے کی کرکٹ کی گیند میرے کمرے کی کھڑکی کا شیشہ توڑتے ہوئے [illegible] کے نوبل پرائز کو روندتی ہوئی قالین پر چہل قدمی کرنے لگی۔ [illegible] اسے کچھ تو سزا ملنی چاہیے۔"

"دے دیں جتنی چاہے مجھے سزا۔" وہ لڑکا گویا ہوا "کل کو جب میں کوئی کرکٹ ٹیم میں شامل ہو جاؤں گا تو میرا آٹوگراف لینے کے لیے آپ گھنٹوں قطار میں کھڑی رہا کریں گی اور اس دن آپ کو آج کے رویے پر شرمندگی ہوگی۔"

"تم میری اُس وقت کی شرمندگی کی پروا مت کرو جیسے میں تمہاری اِس وقت کی شرمندگی کی پروا نہیں کر رہی، چلو تمہیں میرے کمرے میں چلنا ہے۔"

"بھئی آپ ہی سمجھائیں اس لڑکی کو۔" امّی نے بے چارگی سے ابّو جان کی طرف دیکھا لیکن ربیکا سُنی اَن سُنی کر کے لڑکے کو دھکیلتی ہوئی اپنے کمرے میں لے آئی۔

"تمہارا نام؟" وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ لڑکا اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

"عامر۔"

"یہ دیکھ رہے ہو؟" اس نے ہاتھ سے قالین پر بکھرے ہوئے شیشوں کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں۔" عامر کی نظریں ربیکا کے چہرے پر تھیں۔

"کیا؟" وہ جھنجھلا گئی "کیوں نہیں؟"

"آپ کے چہرے سے نظر ہٹے گی تو کہیں اور دیکھ سکوں گا ناں۔"

"کیا؟" ربیکا اس غیر متوقع جواب پر سٹپٹا کر رہ گئی۔

"ہاں۔" وہ بدستور اس کی طرف دیکھ رہا تھا "اگر [illegible]

[illegible] ہو جاتی تو بالکل آپ جیسی ہوتی۔"

"کیا؟" ربیکا نے آنکھیں پٹپٹائیں اور ایک نظر اپنا جائزہ لیا۔ اس کی نیلی جینز کے پائنچے رول ہو کر اوپر کی طرف [illegible] ہوئے تھے اور ہلکی گلابی کھلی سی ٹی شرٹ میں اس کی [illegible] اور بھی کھلی کھلی لگ رہی تھی۔

"WAS THIS THE FACE THAT LAUNCH[ED] A THOUSAND SHIPS?" کیا یہی وہ چہرا [illegible] جس کی خاطر ایک ہزار بحری جہاز سمندر میں اُترے تھے؟ [illegible] ربیکا کا ردِعمل بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔

"ہرگز نہیں۔" وہ جلدی سے بولی "تم تو ڈاکٹر فاؤسٹس (DR. FAUSTUS) ہو سکتے ہو لیکن میں ہیلن آف ٹرائے ہرگز نہیں ہوں۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں ڈاکٹر فاؤسٹس نہیں [illegible] ہوں۔" اس نے چہرے پر متانت طاری کی۔

ربیکا نے پہلی بار سامنے کھڑے لڑکے کا بغور جائزہ لیا۔ [illegible] سولہ سال کا تھا۔ قد چھ فٹ سے کچھ ہی کم تھا، مسیں بھیگ [illegible] رہی تھیں۔ اپنی عمر کے لحاظ سے وہ بہت ہینڈسم تھا، چہرے [illegible] اور خوبصورت آنکھوں میں شرارت تھی۔

"تو مسٹر پیرس! چونکہ میں ہیلن آف ٹرائے نہیں ہوں [illegible] اس لیے تم وہاں الماری کے پیچھے پڑی ہوئی [illegible] اور یہ قالین صاف کرو۔"

"ظالم حسینہ!" وہ چلایا "یہ سراسر ناقابلِ برداشت ہے، ہمارے [illegible] حسینہ ہم لڑکے کے ساتھ ایسا بھیانک سلوک [illegible] کوئی بات [illegible] ایک کمسن وجوان پر ایسے ہی ظلم توڑتی ہے جیسے [illegible] کی پہلی ملاقات کچھ زیادہ خوشگوار ماحول میں نہیں [illegible] تھی۔ بے چارا انہوں [illegible] کی محبت میں حال سے بے حال [illegible] گیا تھا، مہینوال نے اپنی چٹوری محبوبہ کے پیٹ [illegible] اپنی جان [illegible] پروا نہ کرتے ہوئے اپنے جسم کا پاؤ بھر گوشت کاٹ ڈالا [illegible] پھر وہ بے چارا مرزا تھا، ہائے جس محبوبہ کو ظالم سماج [illegible] چنگل سے چھڑا کر لایا تھا اُسی کی بے وقوفی سے بے چارا [illegible] گیا اور [illegible] پیرس بے چارا قسمت کا مارا، اُس نے ہیلن کے [illegible] کیا۔ ایکیلیس تک سے بھڑ گیا لیکن نتیجہ کیا نکلا! [illegible] یونانیوں کے ساتھیوں کے ہاتھوں فراڈ سے مارا گیا اور ہیلن بی بی آرام سے سپارٹا چلی گئی۔"

"چپ!" ربیکا چیخی "اپنی عمر دیکھو اور باتیں سنو اتنے

سے نیچے ہو اور باتیں اتنی بڑی بڑی، شرم نہیں آتی تمہیں؟"

"نہیں، میرا تعلق اللہ تعالیٰ کے ___ اسپیشل ___ مینوفیکچرنگ ___ پروجیکٹ سے ہے اور اس پروجیکٹ کے تحت جتنے [illegible] ماڈلز بنے ہیں وہ سب ہی شرم سے عاری ہیں۔" عامر آرام سے بولا "ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں اب اتنا بھی بچہ نہیں ہوں۔ خواہ مخواہ اس وقت سے تکلف میں آکر آپ، آپ کہہ رہا ہوں ورنہ آپ مجھ سے کچھ چھوٹی ہی ہوں گی۔"

"میں تم سے چھوٹی ہوں گی؟" ربیکا نے ایک ایک لفظ پر زور دیا "یعنی تم بھی یہیں مار کھا گئے ناں، کس کلاس میں ہو تم؟"

"میں میٹرک میں ہوں۔" عامر قدرے زعم سے بولا۔

"دیکھیے! میں نے ابھی چند دن قبل ایم اے پولیٹیکل سائنس کے فائنل کے پرچے دیے ہیں۔"

"کیا؟" اب چلانے کی باری عامر کی تھی۔

"جی!" ربیکا اطمینان سے بولی "اور آپ کی مزید اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اب سے دو برس قبل میری جو منگنی ہوئی تھی وہ اب اپنے منطقی انجام کو پہنچنے والی ہے یعنی کچھ عرصے میں میری شادی ہونے والی ہے۔"

"لیکن آپ تو اتنی چھوٹی سی ہیں، میں یہ بات مان ہی نہیں سکتا۔" عامر کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"مان لو، اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

وہ چند لمحے حیرت سے ربیکا کو دیکھتا رہا۔ وہ اتنی چھوٹی سی لگتی تھی کہ عامر کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

"یہ جان کر سخت افسوس ہوا کہ آپ بھی مجلس جادوگرنی ہیں۔" بالآخر اس نے مصنوعی ٹھنڈی آہ بھری۔

"مجلس جادوگرنی کیا ہوتی ہے؟"

"آپ نے طلسم ہوشربا نہیں پڑھی؟"

"پڑھی تھی بچپن میں۔" وہ بولی۔

"تو آپ بھول گئیں کہ وہ طلسم نور افشاں کی شہزادی تھی جو تھی تو بڑی لیکن جادو کے زور سے چھوٹی سی بنی رہتی تھی۔" عامر آرام سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"مجلس جادو تو مجھے یاد آ گئی ہے لیکن یہ بتاؤ کہ تم کس کی اجازت سے بیٹھے ہو؟"

"آپ اب بھی ناراض ہیں! اتنی تعریف کسی اور لڑکی کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتا تو وہ نہ صرف کرسی کے بجائے صوفہ آفر کرتی بلکہ چائے بھی پلا کر ہی رخصت کرتی لیکن آپ تو بہت پتھر دل ہیں۔"

ربیکا ہولے سے ہنس پڑی۔ "ہونا تو دراصل یہ چاہیے تھا کہ میں پہلے تم سے یہ قالین صاف کرواتی پھر تمہارے ابو سے اتنا تاوان طلب کرتی جس سے اس کھڑکی کا نیا شیشہ آسکے اس کے بعد اپنے ملازم سے تمہاری پٹائی کرواتی۔ اور بالآخر تمہیں ڈنڈا ڈولی کروا کے باہر پھنکواتی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ یہاں میرا کوئی دوست نہیں ہے اور میں بہت بور ہوتی ہوں۔ اب تمہارے آنے سے اس بوریت میں کسی حد تک کمی ہوئی ہے اس لیے میں معاف کر رہی ہوں لیکن آئندہ میرے گھر کا کوئی شیشہ توڑا تو میں تمہیں ہرگز معاف نہیں کروں گی۔"

"آئندہ کی آئندہ دیکھی جائے گی لیکن یہ تو بتائیں کہ آپ اچانک کہاں سے ٹپک پڑیں۔ میرا مطلب ہے کہ پرسوں تک تو اس مکان پر ہماری اجارہ داری تھی ہم بہت آرام سے یہاں کودتے پھاندتے پھرتے تھے۔ یہ جو آپ کی والی کھڑکی ہے نا اس پر گیند لگتا تھا تو چھکا ہوتا تھا اور وہ جو دوسری طرف ڈرائنگ روم کی کھڑکی ہے وہ ہمارا چوکا ہوتا تھا۔ وہ کتنے بھلے دن تھے۔ کل ہم کرکٹ میچ کھیلنے کے لیے مصروف ہوئے تھے اور ہمارے پیچھے یہ انقلاب آگیا۔"

"ہم پرسوں رات اسلام آباد سے یہاں آئے ہیں۔" ربیکا بولی۔ "ابو جان ریٹائر ہو گئے ہیں نا اس لیے اب ہم یہاں شفٹ ہو گئے ہیں۔"

"اور ایک دن میں گھر بھی سیٹ کر لیا؟"

"میں نے تو پرسوں رات ہی اپنا کمرا سیٹ کر لیا تھا میرا کمرا میرے حساب سے سیٹ نہ ہو تو مجھے نیند نہیں آتی۔" ربیکا بولی۔ "لیکن تم بتاؤ کہ تم کہاں رہتے ہو؟"

"میں بالکل سامنے والے مکان میں رہتا ہوں۔"

"کتنے بہن بھائی ہو؟"

"بس میں ہی میں ہوں۔"

"یہاں بھی یہی صورتِ حال ہے بس میں ہی میں ہوں۔"

"ویسے سچ سچ بتائیں کیا واقعی آپ نے ایم اے کیا ہوا ہے؟"

ربیکا زور سے ہنس پڑی۔ "تمہیں شک کیوں ہے؟" پھر اس نے بک شیلف کی طرف اشارہ کیا۔ "اب تم مجھ سے اتنی بے وقوفی کی توقع مت کرو کہ یہ کتابیں میں نے یوں ہی تفریحاً جمع کی ہوں گی۔"

"آج سے آپ کا نام بھی مجلس جادوگرنیوں کی فہرست میں شامل ہو گیا ہے۔" عامر بولا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں ذرا باہر کی صورتِ حال کا جائزہ لے لوں۔ میرے دوستوں کو اب تک یقین ہو چکا ہوگا کہ میں POW (جنگی قیدی) بنا لیا گیا ہوں۔"

اس نے کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے سے باہر جھانکا پھر ہنس کر ربیکا کی جانب مڑا۔ "آپ کو ایک مزے کی بات بتاتا ہوں۔ ہمارے کرکٹ کلب کا نام ہے نوبال کرکٹ کلب، ابھی ہمارا میچ ہو رہا ہے سوزن بریڈمین کرکٹ کلب سے۔ ہمارے ساتھ کھیلنے سے سب اس لیے کتراتے ہیں کہ ہم ٹاس اس تکنیک سے کرتے ہیں کہ اسے ہمارے علاوہ کوئی جیت ہی نہیں سکتا پھر اپنی باری پہلے لے لیتے ہیں اور دوسری ٹیم کی خوب پٹائی لگانے کے بعد جب ان کی کھیلنے کی باری آتی ہے تو خود بھاگ جاتے ہیں۔ اس مرتبہ بریڈمین کرکٹ کلب والے اسی خطرے پر ہم سے کھیلنے کے لیے تیار ہوئے تھے کہ ہم انہیں باری دیے بغیر بھاگیں گے نہیں۔"

"تو پھر؟"

"پھر یہ کہ ہم تو باری لے چکے ہیں اور ہماری ساری ٹیم چالیس کے سکور پر آؤٹ ہو چکی ہے۔ اب باری شروع کی تھی بریڈمین کرکٹ کلب نے۔"

"لیکن گیند تو کتنی دیر سے یہاں میرے کمرے میں پڑی ہے اور تم بھی یہیں ہو۔"

"یہ تو اچھا ہوا کہ میں یہاں ہوں ورنہ جیسے بریڈمین کرکٹ کلب والوں نے میرے بقیہ ساتھیوں کی درگت بنائی ہے ویسی ہی میری بھی بناتے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ان کا خیال ہوگا بلکہ خیال کیا انہیں یقین ہے کہ ہم نے جان بوجھ کر اپنی سابقہ حرکت دہرائی ہے اور اسی لیے باہر نوبال کرکٹ کلب والے پٹ بھی رہے ہیں اور پیٹنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔"

"سچ!" ربیکا حیرت سے بولی اور کھڑکی سے باہر جھانکا۔ جہاں دونوں ٹیمیں آپس میں بھڑی ہوئی تھیں۔

"اور تم مزے سے یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔" ربیکا اس کی [illegible] ڈری۔

"ایسے معاملے میں دوڑ اپنی اپنی ہوتی ہے۔" وہ مزے سے [illegible]

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس۔" ربیکا نے کہا۔

دروازہ آہستہ سے کھلا اور ابو جان نے اندر جھانکا۔

"میرا تو خیال تھا کہ تمہارا مجرم مضروب حالت میں کمرے کے کونے سے لگا کھڑا ہوگا اور تم کسی سزا کی صورت [illegible] کے ہاتھ میں ایک جھاڑو ہوگی جس سے یہ شیشے [illegible] اکٹھی کر رہا ہوگا لیکن یہاں تو صورتِ حال ہی مختلف ہے۔"

"ارادہ تو میرا یہی تھا لیکن میری عامر سے دوستی ہو گئی ہے اس لیے اس مرتبہ معاف کر دیا ہے۔"

"بڑے خوش قسمت ہو برخوردار لیکن میرا مخلصانہ مشورہ مانو تو یہاں سے راہِ فرار اختیار کر لو کیونکہ اوّل تو یہ کسی کو معاف نہیں کرتی اور اگر اچانک اس کے دل میں جذبۂ ہمدردی بیدار ہو بھی جائے تو بھی وہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتا۔"

"لیکن [illegible] باہر خطرہ ہے۔" عامر مسکین صورت بنا کر بولا۔

"کیسا خطرہ؟" ابو نے رازداری سے پوچھا۔

"ابو [illegible] کی ٹیم کی پٹائی ہو رہی ہے۔" ربیکا جلدی سے بولی۔

"او ہو۔" ابو نے افسوس سے کہا۔

"لیکن اب دونوں ٹیمیں منتشر ہو رہی ہیں۔" ربیکا نے [illegible]

اور اگلے پانچ منٹ میں سڑک بالکل خالی ہو چکی تھی۔

"میرا خیال ہے اب مجھے چلنا چاہیے۔" عامر نے کہا اور وہیں کھڑکی سے باہر کود گیا۔

"ربیکا! تمہیں کتنی مرتبہ سمجھایا ہے کہ اب تم بچی نہیں رہیں۔" [illegible] کھانے پر امی اسے جھڑک رہی تھیں۔ "اب ان حرکتوں سے باز آجاؤ اور کچھ گھرداری کی طرف بھی توجہ دو۔"

"امی! ساری عمر گھرداری میں ہی گزارنی ہے کچھ دن تو سکون سے گزار لینے دیں۔" اس نے ڈائننگ ٹیبل کے نیچے سے ابو کے پاؤں پر پاؤں مارا تو وہ اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے بولے۔

"ٹھیک تو کہہ رہی ہے ربیکا۔ آگے کا اللہ مالک ہے لیکن اپنے گھر والوں کو ہر قسم کا آرام سکون ملنا چاہیے۔"

"آپ بہت شہ دیا کریں اسے۔" امی نے انہیں گھورا۔ "کل [illegible] اپنے گھر جا کر کچھ کرنا نہیں آئے گا تو ہمیں ہی صلواتیں سنائے گی کہ ماں باپ نے توجہ نہیں دی نہ کچھ سکھا کر بھیجا مجھے تو بے چارے ایزد پر ترس آتا ہے کہ کیسے گزارا ہوگا اس کا اس لڑکی کے ساتھ۔"

"امی! ایزد کے پاس تو نوکر ہے پھر کیوں فکر کرتی ہیں آپ؟" وہ بے نیازی سے بولی۔

"نوکر تو ہمارے گھر میں بھی ہیں لیکن کیا میں نے گھر نوکروں کے حوالے کیا ہوا ہے؟ نوکر بھی اسی صورت میں قابو میں رہتے ہیں جب گھر کی مالکہ کو بھی کام کاج آتے ہوں اور ان کی نگرانی کر سکے۔ یہ نہیں کہ تمہاری طرح صبح کتابوں میں گزار دے اور شام کھیل کود میں۔"

"ابو جی! آپ امی کو بتائیں کہ کھیل کود انسانی صحت کے لیے کتنا ضروری ہوتا ہے۔"

"ہاں بالکل۔" ابو جی جو کھانے میں مصروف تھے اس کی بات سنے بغیر بولے۔

"بالکل نہیں۔" امی نے زور سے گلاس ڈائننگ ٹیبل پر مارا۔ "اور لڑکی تم کان کھول کر سن لو ایزد کی پوسٹنگ لاہور ہو گئی ہے وہ چند دنوں میں یہاں آجائے گا اس کے بعد ایک مہینے کے اندر اندر تمہاری شادی ہو جائے گی اس لیے کل صبح سے کچن میں جانا شروع کر دو۔"

"لیکن امی! ایک مہینہ تو بہت شارٹ نوٹس ہے۔" اس نے احتجاج کیا اور پُرامید نظروں سے ابو جان کی طرف دیکھا لیکن وہ کندھے اچکا کر رہ گئے۔

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
بال لمبے اور گھنے کرتا ہے

ملنے کا پتہ: ۳۷، اردو بازار، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس معاملے میں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تم نے ایم اے تک مہلت مانگی تھی، وہ میں نے دے دی تھی کیونکہ میرے اپنے خیال میں تمہارا ایم اے کرنا بہت ضروری تھا۔ لیکن اب مزید مہلت نہیں مل سکتی۔"

"بروٹس یُو ٹو۔" ربیکا چلائی۔

ابوجان جواب دیے بغیر کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"اب چلانا بند کرو۔" امی نے اسے ڈپٹا۔ "اور تم نے انگوٹھی پہننا کیوں چھوڑ دی ہے؟"

"وہ آپ کو انگوٹھی کی پڑی ہے۔" ربیکا نے بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ کہا۔

"تو پھر کیا ہے؟"

"گویا کہ تو انگوٹھی کے نام پر اس کے سسرال سے ٹھیپا ملا تھا مجھے تھا ٹھیپا ملا ہے۔"

"دیکھیں ذرا۔" امی نے ابو کو متوجہ کیا۔ "ذرا اس لڑکی کے نخرے دیکھیں۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور، ایسی بے ہودہ انگوٹھی کوئی پہن سکتا ہے ابو جی؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔" ابوجان نے فیصلہ سنایا۔

"اسی لیے بگڑی ہے یہ لڑکی۔" امی کو پھر غصہ آ گیا۔

"اس سے پہلے کہ ہمارے درمیان تیسری عالمی جنگ شروع ہو جائے، مجھے اٹھ جانا چاہیے۔" کہہ کر ربیکا نے اپنی چاولوں کی پلیٹ اٹھائی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"کیا یہ لڑکی کسی صورت سدھر بھی سکتی ہے؟" امی بے بسی سے بولیں۔ "اب تو صرف یہی امید ہے کہ بیاہ کر کے ماموں کے گھر جا رہی ہے۔ شاید وہ اسے برداشت کر لیں۔ کوئی باہر کا بندہ ہو تو ایک دن بھی اس کی حرکتوں کو برداشت نہ کرے۔"

وہ امی ابا کی ان سنی کر کے اپنے کمرے میں آ گئی۔

ابھی صبح کے نو بھی نہیں بجے تھے کہ امی جان نے اسے جھنجوڑنا شروع کر دیا۔

"ابھی تو نو بجنے میں بھی ایک منٹ رہتا ہے۔" اس نے ایک آنکھ کھول کر وال کلاک پر تاسف سے دیکھا۔

"تم اٹھتی ہو کہ نہیں؟" امی کے لہجے میں تنبیہہ تھی۔

"اٹھ جاؤں گی۔" اس نے کروٹ بدل لی۔

"کب؟"

"جب نیند پوری ہو گی۔" وہ غنودگی کے عالم میں بولی۔

امی نے ٹھنڈے پانی کا جگ ہاتھ میں پکڑا اور سارا پانی اس پر انڈیل دیا۔ وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی۔

"امی!" وہ چلائی۔

"اب دل چاہے تو اٹھ جاؤ، ورنہ پھر سو جاؤ۔" امی واپس پلٹ گئیں۔

"سارا بستر بھی گیلا کر دیا۔" وہ پیچھے سے چلائی۔ "میرے بھیگنے کی تو پروا نہیں ہے آپ کو لیکن میرے بستر اور میرے قالین نے کیا قصور کیا تھا؟"

لیکن امی اس کی بات سنی ان سنی کر کے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"دل تو چاہتا ہے کہ پھر سو جاؤں لیکن پھر سارا دن امی کی ڈانٹیں سننے میں گزر جائے گا۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی۔

"ابوجان! ایک بات تو بتائیں۔" اس نے ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل کا جائزہ لیا۔

"کیا؟" ابو نے اخبار پر سے نظریں ہٹائیں۔

"یہی کہ کہیں میں امی جان کی سوتیلی بیٹی تو نہیں ہوں؟" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"تمہاری امی مجھے دوسری شادی کی اجازت دے سکتی تھیں؟ اور میں ان جیسی دوسری بیوی افورڈ کر سکتا تھا کیا؟ نہیں بیٹا مجھے اپنا سینڈوچ نہیں بنوانا تھا۔"

امی جو وہیں بیٹھی دوسرا اخبار پڑھ رہی تھیں، ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونا کوئی حیران کن بات نہیں تھی۔

"میری طرف سے اجازت ہے، لے آئیں دوسری بیوی۔"

"ہرّا۔" ربیکا چلائی۔ "ابو جی بہت اچھا موقع ہے آپ کے لیے۔" پھر وہ امی کی طرف مڑی۔

"امی! اب آپ میرے بجائے ابو کی دوسری شادی کی تیاری کریں۔"

امی نے اسے گھورا تو ابو نے جلدی سے مداخلت کی۔

"تم ربیکا کی باتوں میں مت آ جانا، یہ ہمیں لڑا کر اپنا مقصد نکالنا چاہتی ہے۔"

"جلدی ناشتا کرو لڑکی۔" امی نے سخت لہجے میں کہا۔ "پھر تمہیں کچن میں آنا ہے۔"

"امی! میں ٹینڈے، کدو اور بھنڈی قسم کی چیزیں نہیں پکا سکتی۔" اس نے احتجاج کیا۔

"ایزد کی تنخواہ اتنی نہیں ہے کہ تم ہر روز مرغے کھاؤ۔" امی نے سمجھانے والا انداز اختیار کیا۔ "گھر کا خرچ سوچ سمجھ کر چلانا پڑتا ہے۔ اگر ایک دن گوشت پکے تو اگلے دن سبزیاں یا دال پکا کر اخراجات پر قابو پایا جاتا ہے۔"

"میں سبزیاں نہیں کھاتی۔" ربیکا نے مسکین سی شکل بنا کر کہا کہ شاید امی کو اس کی شکل دیکھ کر ہی ترس آ جائے۔

"تمہیں کھانا پڑیں گی سبزیاں۔" انہوں نے اسے ڈپٹا۔

"ابو جی!" اس نے مدد طلب نظروں سے انہیں دیکھا۔

"تم کیوں اسے سبزیاں کھلانے پر تلی ہوئی ہو۔" ابو جان نے اخبار پر سے نظریں ہٹائیں۔

"اس لیے کہ ایزد ابھی کیپٹن ہے، آپ کی طرح میجر جنرل نہیں ہے۔" پھر وہ ربیکا کی طرف مڑیں۔

"تم ناشتا ختم کر کے فوراً کچن میں آؤ۔"

"ابو جی! شادی اتنی بھیانک چیز ہوتی ہے؟" اس نے ان کے کمرے سے نکلنے کے بعد بے چارگی سے پوچھا۔

"نہیں بیٹا! شادی کوئی بھیانک چیز نہیں ہوتی۔" ابو نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "تمہاری امی صرف یہ چاہتی ہیں کہ تمہیں آئندہ کسی وقت کسی موڑ پر کوئی پریشانی نہ ہو۔ وہ چاہتی ہیں کہ تم سب کچھ سیکھ کر سسرال جاؤ تاکہ تمہیں کسی کی کوئی بات نہ سننی پڑے۔ تمہیں سب کچھ آتا ہو اور تم اچھے طریقے سے گھر سنبھال سکو۔"

"چاہے اس میں میرا بھرتا بن جائے۔" اس نے منہ بنایا۔

"ربیکا!" کچن سے امی کی آواز آئی۔

"آ رہی ہوں۔" اس نے بیزاری سے ٹشو اٹھا کر ہاتھ صاف کیے اور کچن میں چلی آئی۔

"یہ پیاز کاٹو۔"

"اتنے سارے پیاز!" ٹوکری میں ڈھیروں کے حساب سے پڑے ہوئے پیاز دیکھ کر اس کا سانس حلق میں اٹک گیا۔

"جلدی کرو۔ اتنی سستی سے کام کیا تو ایک وقت فاقہ کرنا پڑے گا۔" امی نے چھری اس کی طرف بڑھائی۔

"لیکن امی! کیا ضروری ہے کہ ہم ہی ساری کالونی کے لیے کھانا پکائیں۔"

"ساری کالونی کے لیے کون پکا رہا ہے کھانا۔" امی نے اسے گھورا۔

"اتنے پیاز تو دو چار دیگوں کے لیے ہی ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اس معصوم سے پریشر ککر میں کب آئیں گے؟"

"تم پیاز کاٹتی ہو یا اس چھری سے تمہارا گلا کاٹوں۔"

"اگر میرا سر قلم ان پیازوں سے کرنے کا ارادہ ہے تو بہتر نہیں کیونکہ زہر لگ رہے ہیں یہ مجھے۔" اس نے پیاز کاٹنے کی ابتدا کی۔

ابھی بمشکل ایک پیاز ہی کٹ سکی تھی کہ اس کی حالت غیر ہونے لگی لیکن امی کو کب پروا تھی اس بات کی۔

"اور ربیکا! آج اپنی روٹی بھی خود پکانی ہے تم نے۔" امی نے ایک اور دھماکا کیا۔

"فاقہ کر لوں گی لیکن روٹی نہیں پکاؤں گی اپنے لیے۔" اس نے آنکھوں اور ناک سے بہنے والے پانی کو ٹشو پیپر سے صاف کیا۔

"اس وقت ایزد میرے ہاتھ آ جائے تو اسی چھری سے اسے قتل کر دوں۔" وہ پیاز کاٹنے کے ساتھ ساتھ بڑبڑائے جا رہی تھی۔ "شادی کے بعد مجھے کچن میں کام کرنا پڑا تو قسم سے اسے ٹینڈے کھلا کھلا کر ہلکان کر دوں گی۔ سمجھ کیا رکھا ہے مجھے، یوں جیسے دنیا میں ٹینڈے توریاں پکانے کے علاوہ کوئی کام ہی نہ ہو۔ ہونہہ تنخواہ زیادہ نہیں ہے۔ اگر تنخواہ زیادہ نہیں ہے تو کس حکیم نے مشورہ دیا ہے شادی کرنے کا۔ مت کرے شادی کہ میری قسمت ضرور پھوٹنی ہے۔"

"قسمت تمہاری نہیں ایزد کی پھوٹ رہی ہے۔" امی جو اب تک چپ چاپ اس کی بڑبڑاہٹ سن رہی تھیں، بولیں۔

"بی بی آپ کا فون آیا ہے۔" چھیمو ہاتھ میں جھاڑن لیے کچن میں داخل ہوئی۔

ربیکا نے فوراً چھری پھینکی اور دروازے کی طرف بڑھی۔

"کہہ دو کہ بی بی مصروف ہیں، بات نہیں کر سکتیں۔" پیچھے سے امی کی آواز آئی۔

"امی یہ مشغول ہے۔"

"جی کیپٹن صاحب کا فون ہے۔" چھیمو آنکھوں آنکھوں میں مسکرائی۔

"اچھا جاؤ سن آؤ۔" امی نرم پڑ گئیں۔ "لیکن ایک گھنٹہ مت لگا دینا۔ ابھی ہنڈیا تم ہی کو پکانی ہے۔"

وہ امی کی بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا کر کچن سے بھاگ گئی۔ اس سے اچھا موقع پھر کب ہاتھ آ سکتا تھا۔

"ایزد شکر کرو تم اس وقت میرے سامنے نہیں ہو۔" اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے فون اٹھاتے ہی کہا۔

"نہ سلام، نہ دعا، نہ خیریت پوچھی، یہ آتے ہی وارننگ کیوں دی جا رہی ہے؟" ایزد ہنسا۔

"میں تو کہتی ہوں کہ دو نفل شکرانے کے بھی پڑھ ڈالو۔" وہ اپنی دھن میں کہتی گئی۔

"ارے بابا خیریت تو ہے؟"

"خیریت؟" وہ چلائی۔ "خیریت ہو سکتی ہے؟ وہ بھی اس صورت میں جب امی جان ایک ہفتے میں میری شادی کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔"

"یعنی تیس دن بعد۔" وہ اطمینان سے بولا۔ "چلو اتنے دن میں کسی نہ کسی طرح گزارا ہی لوں گا لیکن اس سے اوپر ایک دن بھی نہیں۔"

"تم ایزد۔" وہ پھر چیخی۔ "اللہ تمہیں اور میری امی جان کو نیک ہدایت دے۔ شکر کرو کہ تم نے فون کیا ہے، بنفس نفیس ملنے آنے کی حماقت نہیں کی۔"

"ورنہ کیا ہوتا؟"

"ورنہ تم قتل ہو جاتے میرے ہاتھوں۔"

"اتنا قاتلانہ موڈ کیوں ہے تمہارا؟"

"صبح سے امی نے مجھے بھاڑ میں جھونکا ہوا ہے۔ اتنے پیاز کاٹنے پڑ رہے ہیں جیسے ہنڈیا میں نہ ڈالنے ہوں بلکہ دیگ پکانی ہو اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ شادی اتنی بھیانک چیز ہوتی ہے تو میں کبھی منگنی نہ کرتی۔"

"یہ کام تو تمہیں کرنا ہوگا۔" وہ ستانے والے لہجے میں بولا۔ "میں میس کے کھانے کھا کھا کر تنگ آ گیا ہوں، اب دل چاہتا ہے کہ تمہارے ہاتھ کے کھانے کھاؤں۔"

"مجھ سے توقع نہ رکھو کہ میں تمہیں کھانے پکا پکا کر کھلاتی رہوں گی۔" وہ جھنجلائی۔ "جیسے دنیا میں اس کے علاوہ کوئی کام ہی نہ ہو۔ ہونہہ آج انڈے پکاؤ، کل بھنڈی اور پرسوں کدو، یہ بھی کوئی زندگی ہے، نری شرمندگی ہے۔"

"تو تم یہ کام نہیں کرو گی؟"

"ہرگز نہیں کروں گی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"لیکن میری بیوی کو یہ کام کرنا ہوگا۔" وہ نعرہ دے کر بولا۔

"تو کسی اور کو اپنی بیوی بنا لو، کر لو کہیں اور شادی، مجھ سے یہ فضول کام ہرگز نہیں ہوگا۔"

"یعنی تم مجھے اجازت دے رہی ہو کہیں اور شادی کرنے کی؟"

"بالکل۔" وہ جوش سے بولی۔

ایزد ہنس پڑا۔ "تو شکر ہے، اچھا ہوا تم سے تو جان چھوٹی۔"

"کیا کہا؟ مجھ سے جان چھوٹی؟" وہ پھر چلائی۔ "مجھے پتا ہے ایزد تم تو چاہتے ہی یہ ہو کہ مجھ سے تمہاری جان چھوٹے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم کیوں جان چھڑانا چاہتے ہو۔ زہر لگتی ہے وہ تمہارے سی او کی سالی مجھے۔ اسے پتا بھی ہے کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے پھر بھی تمہارے سر پر سوار رہتی ہے۔ خیر اس کا کیا قصور، تم ہی اسے سر چڑھائے رکھتے ہو۔ لیکن مجھے بتاؤ کہ اس میں ایسی خاص بات کیا ہے؟ صرف بال ہی لمبے ہیں ناں اس کے، اس کے علاوہ کیا ہے اس میں؟ اور میں تمہیں بتا رہی ہوں کہ اگر پھر تم نے اس کی طرف دیکھا بھی تو میں تمہیں قتل کر کے رکھ دوں گی۔"

"اف کتنا بولتی ہو، ذرا کم بولا کرو۔"

"اب میری باتیں بھی تمہیں بری لگنے لگی ہیں۔" ربیکا کا موڈ آف ہو گیا۔ "میں تو پہلے بھی ایسے ہی بولتی تھی، اس وقت میں نے تمہاری منتیں نہیں کی تھیں کہ مجھ سے شادی کرو، اس وقت تم ہی بے چین تھے۔ یہ لو بلکہ تم نے ہی کہا تھا کہ میں نے تم سے شادی نہ کی تو تم خودکشی کر لو گے۔ اس وقت تو تمہیں میری باتیں بہت پسند تھیں۔ یہ جب سے تمہارے سی او کی سالی آئی ہے تمہیں میری باتیں بری لگنے لگی ہیں۔ مجھے پتا ہے بہت کم گو ہے وہ اور اس کی کم گوئی کی وجہ بھی معلوم ہے مجھے۔ بولتی ہے تو لگتا ہے کہ پھٹا ہوا ڈھول بج رہا ہو۔ اس کی تو عافیت ہی اس میں ہے کہ خاموش رہے مگر میرے ساتھ ایسا کوئی پرابلم نہیں ہے۔ میں صرف نام پر دیگ جتنے پیاز کاٹ کر آ رہی ہوں اور تم چاہتے ہو کہ مجھ سے تمہاری جان چھوٹ جائے۔ اب تو یہ مرنے پر ہی چھوٹے گی۔"

"کس کے مرنے پر؟" ایزد نے اپنی ہنسی دبائی۔

"ظاہر ہے تمہارے مرنے پر۔" وہ بولی۔ "کیونکہ میں تم سے پہلے مر گئی تو بدروح بن کر تمہارے سر پر سوار رہوں گی۔ مجھ سے جان چھڑانا آسان نہیں ہوگا۔"

"گویا میرے مرنے کے بعد تم سے میری جان چھوٹ جائے گی؟"

"ہاں تبھی چھوٹے گی۔"

"تو پلیز مجھے آج ہی قتل کر دو ویسے بھی ارادہ تو کچھ ایسا ہی تھا ناں تمہارا؟"

"ایزد تم سچ مچ چاہتے ہو کہ تمہاری جان مجھ سے چھوٹ جائے؟" ربیکا یکدم سنجیدہ ہو گئی۔

"سو فیصد۔"

وہ کچھ دیر تک ریسیور ہاتھ میں تھامے کھڑی رہی پھر "خدا حافظ" کہہ کر فون رکھ دیا۔

"یہ سارا اسی کلوٹی کا کیا دھرا ہے جیسے میں جانتی ہی نہیں۔" وہ خود سے کہہ رہی تھی۔ "انسان اتنا بھی بے وفا نہ ہو اور کوئی میری بھولی بھالی امی کو تو دیکھے، اس شخص کے پیچھے مجھے چولہے میں جھونکنے کے درپے ہیں جو مجھ سے سو فیصد چھٹکارا پانا چاہتا ہے۔ یعنی کمبخت ایک فیصد بھی برداشت کرنے پر تیار نہیں ہے۔" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"ربیکا!" پیچھے سے امی کی آواز آئی۔

"جی امی!" وہ مڑی۔

"کیا ہوا تمہیں؟ پریشان لگ رہی ہو؟" انہوں نے تشویش سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔"

"کچھ تو ہے۔" وہ اس کے قریب آ گئیں۔ "ایزد نے کچھ کہہ دیا ہے کیا؟"

"جی۔" ربیکا نے اقرار میں سر ہلایا۔

"وہ مذاق کرتا ہے اور تم خوامخواہ سنجیدہ ہو جاتی ہو۔" انہوں نے اسے تسلی دی۔

"امی یہ بات نہیں ہے۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ یہاں ہر طرف میرے خلاف سازش ہو رہی ہے اور کوئی بھی میری مدد کرنے پر تیار نہیں ہے۔"

"کون کر رہا ہے تمہارے خلاف سازش؟"

"ماموں، ممانی، ایزد اور آپ مل کر میرے خلاف سازش کر رہے ہیں اور ابو بھی میری مدد کرنے پر تیار نہیں ہیں۔"

"تمہیں انسان بنانا سازش نہیں بلکہ تم پر اور تمام نسل انسانی پر احسان عظیم کرنے کے برابر ہے۔" امی نے اسے گھورا۔ "اب چلو کچن میں۔"

"امی! اگر مجھے پیاز کاٹنے اور ہنڈیا پکانے کے لیے شادی کرنی ہے تو پھر یہ آئیڈیا رہنے ہی دیں۔"

"بس آج کے لیے اتنا ہی کام کافی ہے۔" ابو لاؤنج میں آ گئے۔ "آج پیاز کاٹ لیے، کل مسالا بھنوا لینا اور پرسوں باقی کھانا پکوا لینا۔ ابھی تو میں اور ربیکا کراس ورڈ پزل حل کریں گے۔"

"اگر میں یونہی ایک دن پیاز کاٹتی، اگلے دن مسالا بھونتی اور اس سے اگلے دن کھانا پکاتی تو آپ کو ہر کھانا دو دن کے وقفے سے ملتا۔" امی کا پارہ چڑھنے لگا تھا۔ "یہ کھانا تو ربیکا نے ہی پکانا ہے، مرضی ہو تو دو دن فاقہ کر لیں۔"

امی لاؤنج سے واک آؤٹ کر گئیں۔

"چلو ربیکا یہ کراس ورڈ پزل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" ابو نے اسے قالین پر بٹھا لیا۔

وہ دونوں معمہ حل کرنے میں لگ گئے۔ معمہ حل ہو گیا تو اسکریبل کی باری آئی۔ پہلے دوپہر کے دو بجے، پھر ڈھائی اور پھر تین بھی بج گئے لیکن کھانا نہ ملا۔

"ابو جی! اب کیا کریں؟" ربیکا نے مسکین سی شکل بنائی۔ "امی جان کا تو آج کھانا دینے کا ارادہ نہیں ہے۔"

"تمہیں بھوک لگی ہے؟"

"بہت زور کی۔"

"تو چلو چائنیز میں لنچ کر آتے ہیں۔" ابو نے تجویز پیش کی۔

"کوئی نہیں جائے گا چائنیز۔" امی نے کڑک دار آواز میں کہا۔

"چلو! تو جانی ہم ڈھابے پہ چلے جاتے ہیں۔" ربیکا جلدی سے بولی۔

"خبردار! جو نام بھی لیا ڈھابے کا۔" امی نے کہا۔

"اچھا امی! جہاں آپ چاہیں وہیں چلے جاتے ہیں۔" اس نے صلح کا جھنڈا بلند کرنے کی کوشش کی۔

"میری مرضی تو یہ ہے کہ کل تم مسالا بھوننے کچن میں آؤ، اور پرسوں باقی کھانا پکاؤ۔ درمیان کے ان دو دنوں میں تمہیں اور تمہارے ابو کو فاقہ کرنا ہوگا۔"

"ابو جی! آپ نے ضرور اتنی ظالم امی سے شادی کرنی تھی؟"

"بیٹا! ہوا یہ کہ میرا انتخاب غلط اور تمہاری امی کا انتخاب درست ثابت ہوا۔" ابو جان بولے۔

لیکن دوسرے محاذ پر خاموشی طاری رہی اور امی کوئی کتاب پڑھتی رہیں۔

"ابو جان کچھ کریں ناں ورنہ میں آج بھوک سے مر جاؤں گی۔"

"تم اپنے کمرے میں جاؤ میں کوشش کرتا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ربیکا اُٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔ صبح سے اتنی مصروف رہی تھی کہ اسے کچھ سوچنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ اب فرصت کے عالم میں ایزد کی تصویر اس کے تصوّر میں اُتر آئی۔

"دو سال مجھے اُلّو بنائے رکھا۔ پہلے میرے پیچھے پڑا رہا کہ شادی کروں گا تو صرف تم سے، ورنہ کروں گا ہی نہیں، خودکشی کر لوں گا اور اب یہ حال ہے کہ میں اس کے لیے اتنی سیریس ہوں اور وہ مجھ سے جان چھڑانے کی باتیں کرنے لگا ہے اور یہ سارا چکر اُس کی یونٹ کے سی او کی سالی کا چلایا ہوا ہے۔" وہ سوچ رہی تھی۔ "مجھے لگتا ہے میرے ستارے ہی گردش میں ہیں۔ ہر طرف سے مصیبت میں گھری ہوئی ہوں۔ ویسے ایک بات ہے، ایزد ایسا ہے تو نہیں کہ کسی اور چکر میں پڑے۔ مذاق ہی کر رہا ہوگا لیکن اس کا مذاق بھی تو میری روح فنا کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے اور توبہ یہ بھوک بھی اتنی سخت لگ رہی ہے۔"

وہ بے خیالی میں کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔ سامنے والے مکان کا گیٹ کھلا ہوا تھا اور عامر کے ساتھ ایک اور لڑکا بائیک پر بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔

"بہتر!" ایک ترکیب سمجھ میں آئی۔ وہ خوش ہو گئی اور کھڑکی سے شیشے ہٹا کر باہر چھلانگ لگا دی۔ ابھی وہ اپنے گھر کی چار دیواری تک ہی پہنچی تھی کہ بائیک والے لڑکے نے بائیک کو اسٹارٹ کیا اور عامر کو "بائے" کہہ کر چلا گیا۔

"عامر!" ربیکا نے ہولے سے اُسے پکارا۔ مبادا امی نہ سن ہی نہ لیں۔

"ارے آپ؟"

"ہاں میں۔"

"اتنی آہستہ کیوں بول رہی ہیں؟"

"شی!" ربیکا نے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن وہاں خطرے والی کوئی بات نہیں تھی پھر اس نے اُچک کر دیوار پھلانگی اور چھوٹی سی سڑک عبور کر کے عامر کے پاس چلی آئی۔

"خیریت تو ہے، اتنی رازداری؟"

"رازداری اس لیے ہے کہ اگر امی جان کو خبر ہو گئی تو بہت پٹائی ہو سکتی ہے۔"

"ہا ہا ہا۔" وہ زور سے ہنسا۔ "آپ کی بھی پٹائی ہوتی ہے؟"

"ہوتی ہے نہیں، ہو سکتی ہے۔" وہ چڑ گئی۔ "لیکن میں تمہاری جرح سننے نہیں آئی۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے گھر کچھ کھانے پینے کو مل سکتا ہے؟"

"آپ کیا کھانا پسند کریں گی؟"

"زہر کے علاوہ جو کچھ مل جائے، بہت بھوک لگی ہے۔"

"آج ہمارے گھر زہر سے بھی بُرا کھانا بنا ہوا ہے۔"

عامر مزے سے بولا۔ "میں تو سوچ رہا تھا کہ آج آپ کے گھر کا کھانا اُڑائی کروں۔"

"اور ہمارے گھر آج سرے سے کچھ پکا ہی نہیں ہے۔" اس نے منہ بنایا۔ "ویسے تمہارے گھر کیا پکا ہے؟"

"بچن کا سالن ہے اور وہ بے ہودہ سے آلو پلاؤ کے ساتھ کوئی ان عقل کے بندوں سے پوچھے کہ اگر بچن اور آلو اکٹھے کھائے جا سکتے تو اللہ تعالیٰ آلوؤں کے کھیت میں مرغی نہ اُگا دیتا لیکن میری دادو کی تو منطق ہی نرالی ہے۔"

"اتنا اچھا کھانا پکا ہوا ہے، جلدی کرو میری بھوک تو اور چمک اُٹھی ہے۔"

"اُف! یہ کھانا آپ کو پسند ہے؟" عامر نے سہہ لیا۔ "بس مجھے پتا چل گیا کہ آپ کی چوائس کیسی ہے؟"

"میں بھوک سے مر جاؤں گی عامر۔"

"چلیں اندر، اگر آپ کی قسمت میں یہی لکھا ہے کہ آپ اتنے بے ہودہ سے کھانے کو اتنی خوشی کھائیں تو بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

وہ گیٹ سے اندر آ گیا۔ لاؤنج میں ایک بوڑھی سی خاتون راکنگ چیئر پر بیٹھی ہوئی جھولا جھول رہی تھیں ان کی آنکھیں بند تھیں۔ عامر نے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی اور پھر ربیکا کے کان کے پاس منہ لا کر بولا۔

"یہ میری دادو بہت طوفان کھڑا کر دیتی ہیں اگر ان کے آرام کے وقت ان کے پاس کوئی بحث بھی کر جائے تو۔"

وہ دونوں احتیاط سے کچن کی طرف بڑھے جہاں ملازم برتن دھو رہا تھا۔

"شکورے! جلدی سے کھانا گرم کرو۔" عامر نے ملازم سے کہا پھر ربیکا کی جانب متوجہ ہوا۔ "آپ بالکل تکلفات میں نہ پڑیں اور یہ ڈائننگ چیئر نکال کر بیٹھ جائیں۔"

"عامر میرے ابو بھی بھوکے بیٹھے ہوئے ہیں، مجھے ان کے لیے بھی کھانا لے جانا ہے۔" ربیکا کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"جتنا مرضی کھا لے جائیں بلکہ اچھا ہو کہ سارا ہی لے جائیں۔ میری جان اس فضول سے کھانے سے چھوٹے۔" عامر نے کہا۔ "وہ لیے آج آپ کے ملازمین ہڑتال پر تھے جو کھانا نہیں پکا؟"

"نہیں، ممی ہڑتال پر تھیں۔" وہ بولی۔ "امی چاہتی ہیں کہ میں اب کھانا پکانا سیکھ لوں لیکن مجھے اس سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے۔ آج امی نے اعلان کر دیا تھا کہ کھانا مجھے ہی پکانا ہو گا ورنہ پکے گا ہی نہیں لیکن ہوا یہ کہ میں اس بات کو مذاق سمجھی اور میں لہا تو پہلے کی اس وہ ڈِرزل حل کرتے رہے پھر اسکریبل کھیلنے لگے۔ لنچ کا وقت گزرتا جا رہا تھا اور لنچ کے آثار کہیں نہیں تھے۔ تب مجھے پتا چلا کہ امی جان بالکل سیریس تھیں۔"

شکورے نے کھانا گرم کر کے ربیکا کے سامنے رکھ دیا۔

"شکورے! ایک بندے کا کھانا پیک بھی کر دو۔" ربیکا نے جلدی جلدی منہ چلاتے ہوئے کہا۔ "تم نے میرے ابو جی بیچارے ابھی تک بھوکے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ امی تو بہت ظالم ہیں، مجھے یقین ہے کہ دعوت تک چاولوں کا ایک دانہ تک نہیں دیں گی ہمیں۔"

"آپ کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن آپ کے ابو اس عتاب کا شکار کیوں ہو رہے ہیں؟"

"کیونکہ ابو جان میری امی کے ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرتے رہتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح میری جان بچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اس لیے۔"

"آپ کہیں تو دو وقت تک میں آپ کا اور آپ کے ابو کا کھانا آپ کے گھر پہنچا دیا کروں؟" عامر نے بہت فراخدلانہ پیشکش کی۔

"ارے نہیں تھینک یو، ایسا کیا تو وہ ایکشن تو میں بھی مار سکتی ہوں۔" اس نے ٹفن اُٹھا لیا، جس میں شکورے نے کھانا پیک کیا تھا۔

"بس جا رہی ہیں آپ؟"

"ہاں، میرے ابو کو بھی بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔" وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

واپسی پر لاؤنج سے گزرتے ہوئے پوری احتیاط کے باوجود ——— ربیکا راستے میں پڑی ہوئی تپائی سے ٹکرا گئی۔

"اُف یہ کیا غضب کر دیا، سوئے ہوئے شیر کو بیدار کر دیا۔" عامر، دادو کو کسمساتے دیکھ کر بولا۔

دادو نے آنکھیں کھول کر لاؤنج کا جائزہ لیا۔ ربیکا پر نظر پڑتے ہی وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہو گئیں۔

"کون ہو تم؟" انہوں نے سر تا پا اس کا جائزہ لیا۔

"میں ربیکا ہوں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"ہوں۔" وہ بدستور اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ "یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"یہاں؟" ربیکا نے ایک نظر ٹفن کی طرف دیکھا۔

"دادو آپ سو جائیں یہ آپ کے سونے کا وقت ہے۔" عامر نے جلدی سے مداخلت کی۔

"تم چپ کرو۔" انہوں نے اسے جھڑکا۔ "تمہارے باپ کو تو تمہارا کوئی خیال ہی نہیں ہے۔ سارا دن مجھے ہی جان مارنی پڑتی ہے اگر ذرا خیال نہ رکھوں تمہارا تو تم تو ہاتھ سے ہی نکل جاؤ۔" پھر وہ ربیکا کی جانب متوجہ ہوئیں۔ "اس ٹفن میں کیا ہے؟"

غیر ارادی طور پر ربیکا نے ٹفن والا ہاتھ اپنے پیچھے کر لیا۔ "کچھ نہیں دادو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"آپ کیوں خوامخواہ جرح کر رہی ہیں۔ یہ مس جادو ہیں۔"

"مس جادو؟" دادو نے ایک مرتبہ پھر اس کا جائزہ لیا لیکن جب ان کی پھر بھی تسلی نہیں ہوئی تو پاس پڑی عینک اُٹھا کر آنکھوں پر اچھی طرح جمائی۔ "لگتی تو نہیں ہے اتنی بڑی کہ مس جادو بن جائے۔" انہوں نے تبصرہ کیا۔ "میں تمہاری حرکتوں سے بہت تنگ ہوں عامر۔ مجھے بنانے کے لیے مس جادو کہہ رہے ہو تا کہ میں چھوڑ دوں اسے۔"

"دادو! میں قسم سے بہت بڑی ہوں۔" ربیکا جلدی سے بولی۔ "میں نے ایم اے کیا ہوا ہے۔ میں بالکل بھی چھوٹی نہیں ہوں۔"

"دادو! جرح بعد میں مجھ سے کر لیجیے گا ابھی ربیکا جی کو جانے دیں، انکل بے چارے بھوکے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔" وہ ربیکا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا اُسے باہر لے گیا۔

"اُف تمہاری دادو تو میری امی سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔" ربیکا نے گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"دادو نے تو سوال جواب میں بہت مدد کر دی تھی۔ آپ کو پہلے ہی وہاں رُکنا نہیں چاہیے تھا جیسے ہی ان کی آنکھ کھلی تھی آپ کو باہر کی طرف دوڑ لگا دینی چاہیے تھی۔" عامر بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کمرے کی کھڑکی پھلانگ کر وہ اندر داخل ہوئی تو ابو جان کو اپنا منتظر پایا۔ ان کے سامنے میز پر چائے کے برتن، ڈبل روٹی اور فرائی کیے ہوئے انڈے پڑے ہوئے تھے۔

"یہ اتنا کچھ کچن سے یہاں تک کیسے آ گیا؟" ربیکا نے حیرت سے کھانے کی چیزوں کو دیکھا۔

"آخر یونہی تو تمہارے ابو کو میجر جنرل نہیں بنا دیا گیا۔ پورا پلان بنایا تھا میں نے اور پھر کچن پر اتنی خاموشی سے حملہ کیا کہ تمہاری امی کو خبر بھی نہیں ہوئی۔ یہ انڈے میں نے خود فرائی کیے ہیں۔"

"تبھی اتنے مسکین سے ہیں۔" ربیکا نے انڈوں کا جائزہ لیا۔

"بیٹا! ان انڈوں کی شکل پر نہ جاؤ۔ ان کی عقل دیکھو۔ اس میں زردی اور سفیدی دونوں پائی جاتی ہیں۔ بس ذرا ایک دوسرے میں کچھ اتنی زیادہ شیر و شکر ہو گئی ہیں کہ اب انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنا ممکن نہیں رہا۔ باقی تو سب کچھ ٹھیک ہی ہے۔ چلو اب ان پر حملہ آور ہو جاؤ۔"

"لیکن ابو جی! میں آپ کے لیے یہ کھانا لے کر آئی تھی۔" ربیکا نے ٹفن میز پر رکھ دیا۔

"یہ کہاں سے آیا؟" ابو نے ٹفن کھولا۔

"عامر کے گھر سے۔"

"آہا! یہ تو بہت مزے دار کھانا لگ رہا ہے۔" انہوں نے کھانے کا جائزہ لیا۔

"مجھے یقین تھا کہ آپ دونوں باپ بیٹی مل کر یہی حرکتیں کریں گے۔" اچانک دروازہ کھول کر امی جان اندر داخل ہوئیں۔

"امی آپ؟" ربیکا گڑبڑا گئی۔

"ہاں میں۔" امی نے میز پر پڑی ہوئی چیزوں کی طرف دیکھا۔ "تمہارے ابو کو غلطی سے میجر جنرل بنا دیا گیا تھا۔"

"ہاں اور فوج سے دوسری غلطی یہ ہوئی کہ تمہیں چیف آف آرمی اسٹاف نہ بنایا۔" ابو بولے۔

"امی! آپ کو میرے اکلوتے ابو پر ذرہ برابر ترس نہیں آتا۔" وہ بولی۔ "بے چارے صبح آٹھ بجے کے بعد سے اب تک بھوکے ہیں۔"

"بھئی اٹھیں میں آپ کو کھانا دے دوں۔ یہ انڈے کھانے کے قابل تو نہیں ہیں۔" امی نے ٹرے اٹھائی۔ "اور لڑکی تم بھی کان کھول کر سن لو تمہیں کچھ بھی نہیں ملے گا کھانے کو۔"

"خیر ہے آپ میرے ابو کو کھانا کھلا دیں۔" وہ آرام سے بولی۔ یوں بھی عامر کے گھر کا کھانا اتنا مزے دار بنا ہوا تھا کہ اس نے اپنی بھوک سے بڑھ کر ہی کھایا تھا۔

اگلے دن ربیکا لان سے گلدستے کے لیے پھول توڑ رہی تھی، جب سیاہ سوزوکی سوفٹ گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔

"اُف! ماموں یا ممانی میں سے کوئی آیا ہو گا۔ اب ان کے ساتھ کون مغز ماری کرے۔ انہیں تو اس کے علاوہ کوئی بات سوجھتی ہی نہیں ہے کہ بیٹا اب کچن کے کاموں کی طرف بھی توجہ دو۔" اس نے ممانی کی نقل اتاری۔ "شادی کیا ہے نری وحشت ہے۔" اس نے سوچا اور گلاب کے کنج پر جھک گئی۔ ظاہر ہے گاڑی سے ماموں اور ممانی اترتے تو ربیکا کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر وہ ہمیشہ کی طرح نصیحتوں کی پٹاری کھول دیتے اور پھر امی اس کے احتجاج کی پروا کیے بغیر اسے کچن میں دھکیل دیتیں کہ کباب تلو، سینڈوچ بناؤ، مرغی روسٹ کرو اور یہ سب جھیلنے کا اس وقت اس میں حوصلہ نہیں تھا لہٰذا عافیت اسی میں تھی کہ وہ ماموں ممانی کو بالکل نظر انداز کر کے یوں پوز کرے کہ اس نے انہیں دیکھا ہی نہیں ہے۔

"ہیلو۔" وہ گلاب کے پھول سیٹ کر رہی تھی کہ اپنے پیچھے ایزد کی آواز سن کر چونک گئی۔

"ایزد تم!" ایزد کی اتنی اچانک آمد پر وہ اپنی خوشگوار حیرت کے تاثرات بالکل نہ چھپا سکی۔ "میں تو سمجھی تھی کہ ماموں یا ممانی جان آئے ہیں۔"

"تم ہمیشہ غلط سمجھتی ہو۔" وہ رسان سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس کی بات سن کر ربیکا کو فون والی گفتگو یاد آ گئی۔

"لیکن میں تم سے بہت سخت ناراض ہوں۔"

"پرانی عادت ہے تمہاری، تم راضی کب ہوتی ہو۔" وہ مسکرایا تو ربیکا جھینپ گئی۔

"فضول باتیں مت کیا کرو۔"

"یہ پھول میری آمد کی خوشی میں اکٹھے ہو رہے تھے؟" اس نے ربیکا کے ہاتھ میں بڑا سا گلدستہ دیکھا تو کہا۔

"جی نہیں، یہ میں اپنے لیے بنا رہی تھی۔" پھر اسے اچانک خیال آیا۔ "تم امی ابو سے ملے ہو؟"

"تمہیں دیکھنے کے بعد کسی اور چہرے کا ہوش ہی کب رہتا ہے۔"

"زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ مجھے پہلے ہی تم پر بہت غصہ آیا ہوا ہے۔" ربیکا بولی۔ "پہلے تم امی ابو سے مل لو پھر میں تم سے

بات کرتی ہوں۔"

ایزد کو امی، ابو کے پاس چھوڑ کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ جب آدھا گھنٹہ گزر گیا اور ایزد کی آمد کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو وہ جھنجلا گئی۔

"اتنی دیر ہو گئی ہے، پتا نہیں کہاں غائب ہو گیا ہے۔ ذرہ برابر خیال نہیں ہے اسے میرا۔ ایک تو پورے ڈیڑھ مہینے بعد شکل دکھائی ہے اپنی اور پھر خواہ مخواہ اتنی دیر بڑھانے کی فضول سی کوشش کر رہا ہے۔ خیر مجھے کیا ہے بے شک مجھ سے ملے بغیر وہیں سے چلا جائے۔"

ربیکا نے اپنے بک شیلف سے KASHMIR BLEEDS نکال لی اور اس کے صفحے پلٹنے لگی۔

"سمجھ رہا ہو گا جیسے میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔ بھلا مجھے کیا ضرورت ہے اس کا انتظار کرنے کی۔" اس نے صفحے پلٹتے ہوئے سنگھ کا آرٹیکل نکال لیا۔ "اتنی بیوقوف نہیں ہوں میں کہ اپنا وقت ایزد کا انتظار کرنے میں ضائع کر دوں۔ ابھی بہت سے کام ہیں مجھے۔ انتظار کرنے کا تو یوں بھی وقت نہیں ہے میرے پاس۔"

دو سطریں پڑھنے کے بعد اس نے کتاب بستر پر پھینکی۔

"ایسے غائب ہو گیا ہے جیسے سلیمانی ٹوپی پہن لی ہو۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور دروازے کی طرف بڑھی۔

لاؤنج سے باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ ربیکا نے اندر جھانکا۔ امی وہاں نہیں تھیں۔ ابو اور ایزد البتہ وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے ٹرالی پڑی ہوئی تھی جسے حسب عادت امی نے اوور لوڈ کر کے بھجوایا تھا۔ ایزد ابو کے ساتھ اپنی یونٹ کے متعلق کوئی بات کر رہا تھا۔

"میرا تو کوئی خیال ہی نہیں ہے۔" ربیکا نے دانت کچکچائے۔ "اپنی یونٹ اور اپنے پروفیشن کے علاوہ کچھ سوجھتا ہی نہیں ہے۔" اس نے وہیں کھڑے ہو کر ایزد کو متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

"شی۔" ربیکا نے ہونٹوں سے آواز نکالی۔

ایزد نے بات کرتے کرتے غیر محسوس انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ ابو کی اس کی جانب پشت تھی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ایزد کو بلایا۔ ایزد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جلدی کرو۔" وہ بہت آہستہ سے بولی اور اس سے پہلے کہ ابو سر موڑ کر ایزد کی مشکوک سی مسکراہٹ کا سراغ لگانے کی کوشش کرتے، ربیکا نے جلدی سے اپنے کمرے میں ڈبکی لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس۔" ربیکا نے کہا۔

دروازہ کھول کر ایزد اندر آ گیا۔

"کیا جلدی تھی تمہیں؟"

"مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔" ربیکا بے نیازی سے بولی۔

"تو پھر اتنے پیچھے سے بلا کیوں رہی تھیں؟" وہ صوفے پر ٹک گیا۔

"میں نے کب بلایا تھا؟ میں تو صرف یہ دیکھنے باہر نکلی تھی کہ تم سب مل کر میرے خلاف کوئی سازش تو نہیں کر رہے۔"

"گویا تم میرا انتظار نہیں کر رہی تھیں۔"

"ہرگز نہیں۔" اس نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔

"اچھا تو پھر میں چلتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب ایسی بھی کیا جلدی ہے۔" ربیکا نے گھبرا کر کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ تھوڑی دیر تو ٹھہر جاتے۔"

"کس لیے؟"

"میں نے تم سے لڑنا ہے۔ مجھے بہت غصہ ہے تم پر۔"

"اچھا لڑو۔" وہ پھر بیٹھ گیا۔

"کیا لڑوں! لڑنے سے بھی کیا فائدہ ہو گا۔ مجھے پتا ہے اب میں تمہیں اچھی نہیں لگتی۔ مجھے بھی زبردستی کسی کے سر پر سوار ہونے کا شوق نہیں ہے۔"

"اسی لیے تم نے انگوٹھی اتار دی ہے۔" ایزد نے اس کی خالی انگلیاں دیکھیں۔

"نہیں وہ تو میں نے اس لیے اتار دی ہے کہ۔" اس نے جلدی سے کہنا شروع کیا لیکن جتنی جلدی سے بات شروع کی تھی اتنی ہی تیزی سے چپ ہو گئی۔

"کہ کیا؟"

"دراصل وہ میں نے کہیں کھو دی۔ اگر پتا چل گیا تو میری خیر نہیں۔"

"لیکن پھوپھو کو پتا چلنے کون دے گا۔"

"بتا دوں؟"

"ہاں۔"

"مجھے وہ بالکل پسند نہیں ہے۔ منگنی کی انگوٹھی تو لگتی ہی نہیں ہے۔"

"تمہیں کیسی انگوٹھی چاہیے؟"

"اب کیا فائدہ جب تم مجھ سے چھٹکارا پانا چاہتے ہو۔ وہ بھی سو فیصد۔" ربیکا نے منہ بنایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم تو واقعی ناراض ہو گئی ہو۔" ایزد ہنسا۔ "میں نے تو صرف مذاق کیا تھا۔"

"ایسی بات کہنا مذاق ہوتا ہے؟ میں مذاق میں بھی یہ بات برداشت نہیں کر سکتی۔"

"تم چاہے مجھ سے مذاق کرتی رہو لیکن مجھے تم سے مذاق کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؟"

"لیکن میں نے تم سے کب مذاق کیا تھا؟"

"وہ جو تم مجھے قتل کرنے کے درپے تھیں وہ کیا تھا؟"

"وہ بہت سنگین حقیقت تھی۔" ربیکا نے کہا تو ایزد ہنس پڑا۔

"اچھا، چلو پھر کرشی انگوٹھی خرید لاتے ہیں۔"

"نئی انگوٹھی؟" وہ حیرت سے بولی۔

"تو اور کیا؟"

"لیکن وہ ہماری منگنی کی انگوٹھی تو نہیں ہو گی۔"

"تو ہم ایک مرتبہ پھر منگنی کریں گے۔" ایزد نے تجویز پیش کی تو ربیکا کھل اٹھی۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ میں ذرا جلدی سے تیار ہو جاؤں۔" وہ وارڈروب کی طرف بڑھی۔

"اور پلیز اپنی ان جینز وغیرہ اور برمیوڈاز (BERNUDAS) کو چھوڑ کر کوئی اچھے سے کپڑے پہنو۔"

"مثلاً؟" وہ پیچھے مڑی۔

"کوئی کرتا شلوار یا ایسے ہی کوئی اچھے سے کپڑے۔"

"اپنے اس SUBJUGATED BOB کے ساتھ میں مشرقی کپڑے کیسے پہنوں۔" اس نے اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ "یوں بھی میرے پاس دو چار ہی کرتے شلواریں ہیں۔ ان میں بھی کوئی نہ کوئی کمی بیشی یا پرابلم ہے۔" پھر اس نے ایک ایک کر کے ہینگرز باہر پھینکنے شروع کیے۔ "یہ ٹھیک رہے گا۔"

"تم پندرہ منٹ میں تیار ہو کر آ جاؤ۔" ایزد اٹھ کھڑا ہوا۔

"صرف پندرہ منٹ میں؟ ناممکن! ایک گھنٹہ پندرہ منٹ کی بات ہوتی تو میں مان بھی لیتی۔"

"اتنی دیر کی کوئی تک ہے، ابھی ہمیں لنچ بھی باہر کرنا ہے۔"

"اچھا کوشش کرتی ہوں کہ جلدی تیار ہو جاؤں۔"

ایزد کے باہر نکلنے کے بعد اس نے فالتو کپڑے وارڈروب میں ٹھونسے اور اپنے منتخب کیے ہوئے براؤن رنگ کے کوٹ اور سفید کھلی سی کی شرٹ کا تنقیدی جائزہ لیا۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔" وہ مطمئن ہو گئی۔

ایک گھنٹے بعد جب وہ اپنے کمرے سے برآمد ہوئی تو ایزد اُسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

"چلیں؟" وہ اُسے یوں والہانہ انداز سے دیکھتے پا کر مسکرائی۔

"ہاں چلو۔"

"ٹھہرو میں امّی ابو کو خدا حافظ کہہ آؤں۔"

"جلدی آنا۔" امّی نے حسب معمول نصیحت کی۔

فرحت مل جیولرز کی دکان میں پہنچ کر ایزد نے اس کے سامنے انگوٹھیوں کا ڈھیر لگوا دیا۔

"اب پسند کرو۔"

"اتنی ڈھیر ساری انگوٹھیوں میں سے کوئی ایک کیسے پسند کروں۔" وہ مخمصے میں پھنس گئی۔

"میں تمہیں یہاں تک لا سکتا ہوں، بل بھی ادا کر سکتا ہوں لیکن پسند والا کام تمہی کو کرنا ہو گا۔"

"اچھا۔" وہ اب بھی تذبذب میں تھی پھر بہت مشکلوں سے اس نے زمرد کی ایک انگوٹھی پسند کی۔

"اب ہم منگنی کہاں کریں گے؟" کار میں بیٹھتے ہوئے ربیکا نے پوچھا۔

"جہاں تم کہو۔"

"اچھا۔" ربیکا سوچ میں پڑ گئی پھر چٹکی بجا کر بولی۔ "ہاں جینوز ٹھیک رہے گا۔ بہت دن ہو گئے پزا نہیں کھایا۔"

"اب بولو کون سا پزا کھانا ہے؟" ایزد نے مینو کارڈ پر نگاہیں دوڑائیں۔ "SCICILIAN یا GENOIAN"

"GENOIAN PIZZA زیتونوں کے ساتھ۔"

"جب کہو گی اُلٹی ہی کہو گی۔ زیتون بھی کوئی کھانے کی چیز ہے۔"

"تم فوجی ڈکٹیٹر۔" ربیکا نے دانت کچکچائے۔ "تمہیں تباہی کیا ہے کہ کھانا کتنے کچے میں اور پڑا ہوتا گیا ہے، اپنے میس کے فضول فضول سے کھانے کھا کر تمہیں اچھے کھانوں کا ذائقہ ہی بھول گیا ہے اور اب تم چاہتے ہو کہ میں اس بدذوقی میں تمہارا ساتھ دوں، ہرگز نہیں۔"

"تمہاری اتنی لمبی تقریر سننے سے تو بہتر تھا کہ میں چپ چاپ OLIVES کھا لیتا۔"

"میں سب سمجھتی ہوں کہ تمہیں میری باتیں اتنی بری کیوں لگنے لگی ہیں۔" ربیکا کا موڈ آف ہو گیا۔ "اور میں اب بھی کہہ رہی ہوں کہ میرے ساتھ دوسری منگنی کرنے کے خیال پر نظرثانی

کر لو تم سے تو میرے ساتھ کی ہوئی ایک منگنی نہیں سنبھالی جاتی، اگر دوسری منگنی کو بھی ایسے ہی انجام سے دوچار کرنا ہے تو پھر رہنے ہی دو۔"

"ارے نہیں ایسے کہاں، دوسری منگنی کا انجام پہلی سے کہیں زیادہ بھیانک ہو گا۔" ایزد نے سنجیدگی سے کہا۔

"یعنی؟"

"یعنی تم خود سمجھدار ہو۔" وہ بدستور سنجیدہ تھا۔

"ہوں۔" ربیکا نے اسے گھورا۔ "یہ سارا چکر اسی کا چلایا ہوا ہے۔"

"بالکل درست سمجھا تم نے۔"

"تو پھر یہ انگوٹھی اسی کو پہنا دینا۔"

"اجازت دینے کا شکریہ۔"

"یعنی تم سچ مچ اس سے منگنی کرو گے؟"

"تو اور کیا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اتنی آسانی سے یہ سب ہو جانے دوں گی؟ تمہیں اور اسے دونوں کو قتل کر دوں گی اور پھر پھانسی پر چڑھ جاؤں گی تاکہ دوسری دنیا میں بھی تمہاری نقل و حرکت پر نظر رکھ سکوں۔ ابھی اور اسی وقت مجھ سے منگنی کرو۔"

"دیکھو اس منگنی کا انجام بہت بھیانک ہو گا۔" ایزد نے اسے وارننگ دی۔

"پروا نہیں۔"

"اس منگنی کا انجام شادی کی صورت میں سامنے آئے گا۔" اس نے پھر تنبیہہ کی۔

"ہے تو شادی بہت بھیانک چیز لیکن پھر بھی پروا نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔" ایزد نے اس کا نازک سا ہاتھ تھام کر اسے انگوٹھی پہنا دی۔

"اب تم کب تک یہاں ہو؟" ربیکا نے پیپسی کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔

"آج رات چلے جانا ہے۔"

"اتنی جلدی۔"

"بس ہفتے بھر کی تو بات ہے پھر یہیں تو آنا ہے۔"

"کتنا بور شہر ہے یہ۔" ربیکا بولی۔

"ہے تو نہیں لیکن تمہیں تنگ رہا ہے۔ نہ تو تمہاری یہاں فرینڈز ہیں اور نہ ہی تم نے اپنے لیے کوئی دلچسپی ڈھونڈی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے تم آ جاؤ تو یہ بوریت تو نہیں رہے گی ناں۔"

"تم امّی ابو کے پاس ماڈل ٹاؤن چلی جایا کرو، دل بہل جایا کرے گا۔"

"مانتی نہ کرنا لیکن ان کی تقریریں سن کر یہ شہر تو کیا یہ دنیا تک چھوڑ جانے کو دل چاہتا ہے۔"

"بہت بُری بات۔" ایزد کے انداز میں تنبیہہ تھی۔

"اچھا چھوڑو اس بات کو۔" ربیکا نے بات بدلی۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہاں میں نے ایک دوست بنا لیا ہے۔"

"بنا لیا ہے۔" وہ بولا۔ "ہے مجھے فوراً ہی رقابت کی بو آنے لگی ہے۔"

"ہاں وہ تمہارا رقیب ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ بہت ہینڈسم ہے۔" ربیکا کی آنکھوں میں شرارت کی چمک تھی۔

"سچ مچ؟"

"بالکل سچ۔" وہ بولی۔ "لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ ابھی کچھ چھوٹا ہے۔"

"کتنا چھوٹا ہے؟"

"کچھ اتنا زیادہ چھوٹا بھی نہیں ہے، بس چھ فٹ سے کچھ ہی کم ہے۔"

"پھر مجھے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ چھ فٹ سے کم والوں کا تمہارے نزدیک اسکوپ ہی نہیں ہے۔"

وہ ہنس پڑی۔ "وہ ویسے بھی بہت چھوٹا ہے، ابھی صرف میٹرک میں ہے۔"

"تب تو رہی سہی فکر بھی دُور ہو گئی۔"

"تمہیں ملواؤں گی عامر سے بہت اچھا ہے وہ۔"

لیکن واپسی پر عامر کے گھر کی طرف نظر دوڑاتے ہوئے جب اُسے دارو سامنے نظر آئیں تو اس نے اُسے ایزد سے ملانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔

"بہت خطرناک ہیں عامر کی دارو۔" وہ بولی۔ "اس لیے پھر کبھی ملواؤں گی تمہیں اس سے۔"

جب تک ایزد گھر میں بیٹھا رہا تب تک تو امّی اس سے ٹھیک ٹھاک طریقے سے بات کرتی رہیں لیکن اس کے جانے کے بعد وہ پریشان دکھائی دینے لگیں۔

"کیا ہوا امّی جی! خیریت تو ہے؟" ربیکا نے انہیں پریشان دیکھا تو خود بھی پریشان ہو گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ایزد کی ملتان والی خالہ بہت بیمار ہیں۔ ڈاکٹروں کو اب اُن کے بچنے کی اُمید نہیں ہے۔"

"اوہو!"

"میرا خیال ہے کہ مجھے اور تمہارے ابو کو جانا پڑے گا۔"

"تو مجھے میں اکیلی رہوں گی کیا؟"

"تم پہلے بھی تو رہتی رہی ہو۔ میں عامر کی دادو سے تمہارا خیال رکھنے کے لیے کہہ آئی ہوں۔"

"کیا؟" وہ پوری قوت سے چلائی۔ "میں اپنا خیال خود رکھ سکتی ہوں بہت اچھی طرح۔ اُف عامر کی دادو، میرا خیال رکھیں گی۔ یہ کتنا بھیانک خیال ہے۔" اُس نے جھرجھری لی۔

"پھر اس گھر میں رہنے کے بجائے آپ مجھے پاگل خانے میں دیکھیں گی امی! میں بچی نہیں ہوں کہ اکیلے میں گھبرا جاؤں۔"

"ہر چیز، ہر بات میں نقص نہ نکالا کرو۔" امی نے اُسے گھورا۔ "میں کہہ آئی ہوں اُن سے اور اب مجھے ان کے سامنے شرمندہ مت کرنا۔"

"امی آپ بہت ظالم ہیں۔ آپ کو اپنی اکلوتی اولاد پر ذرہ برابر بھی ترس نہیں آتا۔"

"بالکل نہیں۔"

"ابو جی! آپ کو بھی نہیں آتا؟" اُس نے ابو کو مخاطب کیا۔

"آتا ہے، بالکل آتا ہے بیٹے لیکن ہم دونوں ایک دوسرے پر ترس کھانے کے علاوہ کر ہی کیا سکتے ہیں۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"میں کرنل منیر کی طرف جا رہا ہوں برج کھیلنے۔" ابو اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"جلدی واپس آجانا۔" امی نے حسبِ عادت کہا۔

"امی! کیا سچ مچ ایزد کی خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟"

"ہاں، بھائی جان اور بھابی بھی جا رہے ہیں۔"

"پھر آپ لوگ کب واپس آئیں گے؟"

"چار پانچ دن تو لگ ہی جائیں گے۔"

"ہوں!" وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"کہ میں یہ چار پانچ دن عامر کی دادو کے ساتھ کیسے گزاروں گی؟"

"ربیکا! اب تم بچی نہیں رہیں۔ انسان بن جاؤ۔ شادی ہونے والی ہے۔ اب تمہاری پورے گھر کی ذمہ داری تم پر پڑے گی تو کیسے سنبھالو گی؟"

"جی! سب ٹھیک ہو جاتا ہے خود ہی۔" وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی۔

"یہ انگوٹھی کون سی ہے؟" اُن کی نگاہ اُس کے ہاتھ پر پڑی۔

"یہ منگنی کی انگوٹھی ہے۔" اُس نے اپنا ہاتھ اُن کے سامنے بڑھا دیا۔

"منگنی کی! لیکن وہ تو دوسری ہے، اُس میں غالباً یاقوت لگے ہوئے ہیں۔"

"غالباً نہیں یقیناً۔ اُس والی منگنی کی انگوٹھی میں یاقوت ہی لگے ہوئے ہیں لیکن یہ تو دوسری منگنی ہے ناں۔"

"دوسری منگنی!" یوں لگا جیسے امی کو بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ "کیسی فضول باتیں کرتی ہو تم بغیر سوچے سمجھے۔"

"قسم سے امی! یہ میری دوسری منگنی کی انگوٹھی ہے۔" وہ امی کے ردِعمل سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"بکواس مت کرو۔ کیسی دوسری منگنی، کہاں کی منگنی۔ تمہاری ایک منگنی ہوئی ہے اور بس۔"

"یہ تو زبردستی کرنے والی بات ہوئی ناں۔" اُس نے مُنہ بسور کر کہا۔

"بکو، یہ انگوٹھی کس نے دی ہے؟"

"آپ تو ڈانٹنا شروع کر دیتی ہیں۔ ایزد نے دی ہے اور کون دیتا۔"

امی نے سکون کا سانس لیا لیکن جرح ختم نہیں کی۔ "اُس نے کیوں دی ہے؟"

"بتایا تو ہے، ہم نے دوسری مرتبہ آج ہی منگنی کی ہے۔"

"کیوں کی ہے یہ دوسری مرتبہ منگنی؟"

"ایسے ہی ہمارا دل۔ آپ کو ڈانٹ کھانی ہے میں نے کیا؟"

"ربیکا! میرے صبر کا امتحان مت لو۔ جلدی بکو کیوں کی ہے دوسری مرتبہ منگنی؟"

"اُف آگے کھائی ہے پیچھے ملائی ہے۔" اُس نے گہرا سانس لیا۔ "بات یہ ہے کہ مجھے منگنی کی انگوٹھی پسند نہیں تھی۔ ایزد نے کہا کہ وہ پسند نہیں ہے تو نئی لے لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ کچھ بھی ہو، وہ نئی انگوٹھی ہماری منگنی کی انگوٹھی تو نہیں ہو گی ناں۔ اس پر اُس نے تجویز پیش کی کہ ہم دوبارہ منگنی کر لیتے ہیں۔"

امی کا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لیں۔ "تمہیں کس نے کہا تھا ایزد کو بتانے کے لیے کہ تمہیں منگنی کی انگوٹھی پسند نہیں ہے۔"

"اس میں چھپانے کی کیا بات تھی بھلا؟"

"شکر ہے تم اپنے ماموں کے گھر جا رہی ہو کہیں باہر ہوتیں تو پتا نہیں کیا کر آتیں تم۔ ایسی باتیں کبھی نہیں کہتے۔"

"امی اب میں ایزد سے بھی یہ بات نہ کروں تو ہمارے درمیان جو رشتہ قائم ہے اس کا کیا فائدہ؟ اسی لیے تو قائم ہوا ہے یہ رشتہ کہ ہم سب کچھ شیئر کریں۔"

"تم ان باتوں کو کب سمجھو گی ربیکا۔ ایسی باتوں سے اونچ نیچ پیدا ہو سکتی ہے۔"

"میں ماموں ممانی سے تو کچھ نہیں کہتی اور ایزد ایسا نہیں ہے کہ ان باتوں کو دل میں رکھ لے۔ وہ میرے مزاج کو سمجھتا ہے اس لیے اونچ نیچ پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں ہے۔"

"اچھا اُٹھو پیکنگ میں میری مدد کرو۔"

"ٹکٹ آگئے کیا؟"

"ہوں سیٹ پر بکنگ مل گئی ہے۔ اب دیکھو بھائی جان اور بھابی نے تو آج رات ہی نکل جانا ہے۔"

"ایزد نے مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کی اس بارے میں۔"

"وہ تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا ہو گا۔" امی نے کپڑے بیگ میں رکھے۔

"وہ بھی جائے گا ملتان؟"

"نہیں، ابھی اُسے چھٹی نہیں مل سکتی۔"

صبح ابو امی کو سی آف کر کے وہ گھر واپس آئی تو گھر عجیب بے رونق سا لگ رہا تھا۔ نہ امی کی ڈانٹ ڈپٹ تھی اور نہ ابو کی دلچسپ باتیں۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر اخبار پڑھنے کی کوشش کرتی رہی لیکن جب اس میں دل نہیں لگا تو وہیں صوفے پر دراز ہو کر آنکھیں موند لیں۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ نیند کی وادی میں پہنچ گئی۔ اچانک اُسے یوں لگا جیسے کوئی اُسے جھنجھوڑ کر جگا رہا ہو۔

"امی جی سونے دیں۔" وہ بڑبڑائی اور کروٹ بدل لی۔

"اُٹھو لڑکی۔"

آواز تو نسوانی تھی لیکن امی کی ہرگز نہیں تھی۔ اُس نے بمشکل ایک آنکھ کھولی۔

"کیا مصیبت ہے، کون ہے؟"

اور پھر عامر کی دادو پر نگاہ پڑتے ہی اُسے یاد آیا کہ امی تو ملتان گئی ہوئی ہیں اور دادو کو اس کا خیال رکھنے کے لیے کہہ گئی ہیں۔ یہ بات یاد آتے ہی وہ ایسے اُٹھی جیسے اس کے نیچے اسپرنگ فٹ ہوں۔

"غضب خدا کا لڑکی! یہ وقت سونے کا ہے کیا؟ فوراً اُٹھو۔"

"اُٹھی ہوئی تو ہوں اور کیسے اُٹھتے ہیں۔" اُن کی آواز کسی میزائل کی طرح اس کے کانوں میں اُترتی جا رہی تھی۔

"ایسے۔" انہوں نے اسے صوفے سے گھسیٹ کر فرش پر کھڑا کر دیا۔

ربیکا نے آنکھیں پٹپٹائیں۔ اتنی سینک سلائی قسم کی دادو سے اُسے ہرگز یہ توقع نہیں تھی کہ وہ ایسا بھی کر سکتی ہیں۔

"اب کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو چلو کھانا تیار ہے۔"

"کھانا تیار ہے۔" وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔ "کیا میں اتنا زیادہ سوئی ہوں کہ دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے اور مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔"

اُس نے وال کلاک کی طرف دیکھا جو دوپہر کے سوا بارہ بجا رہا تھا۔

"ایسے ٹکر ٹکر کیا گھور رہی ہو جلدی کرو، سارا کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

"کیسا کھانا، کون سا کھانا؟" وہ تو ویسے بھی گہری نیند سے بیدار ہوئی تھی اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسی افتاد اس پر ٹوٹی ہے۔

"دوپہر کا کھانا اور کون سا کھانا۔"

"کیا؟" وہ چلائی۔ "دوپہر کا کھانا اس وقت۔"

"تو بی بی اور کس وقت ہوتا ہے دوپہر کا کھانا؟"

"بہت جلدی بھی ہو تو ڈھائی بجے۔"

"غضب خدا کا لڑکی تم ڈھائی بجے دوپہر کا کھانا کھاؤ گی تو رات کا کس وقت کھاؤ گی؟"

"ظاہر ہے دس بجے تک۔" اب اس کے حواس کچھ ٹھکانے آتے جا رہے تھے۔

"تبھی۔" وہ چلائیں۔ "تب ہی تو اتنی دھان پان سی ہو۔" انہوں نے اپنے تنگ تنگ سے بازو فضا میں لہرائے۔ "وقت پر کھانا نہ کھایا جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ چلو جلدی سے منہ ہاتھ دھو آؤ اور کھانا کھاؤ۔"

"ابھی تو میرا ناشتا بھی ہضم نہیں ہوا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا کھایا تھا ناشتے میں کہ اب تک ہضم نہیں ہوا؟"
"کارن فلیکس۔"
"وہ تو دو دفعہ اُٹھنے بیٹھنے سے ہی ہضم ہو جاتے ہیں۔"
"میں سچ کہتی ہوں دادو ابھی بالکل ٹھیک نہیں ہے۔"
"کب کیا تھا ناشتا؟"
"شاید دس بجے تھے یا پھر ساڑھے دس۔"
"کیا! یعنی یہاں کا تو نظام ہی نرالا ہے، کیا کرو گی تم سسرال جا کر ایسے تو گزارا نہیں ہو گا وہاں۔"
"پتا نہیں سب کو میری سسرال کی فکر مجھ سے بھی زیادہ کیوں ہے؟"

لیکن یہ تو شروعات تھیں۔ عامر کی امی تو تھیں نہیں اور اس کے ابو نے گھر کو سرائے بنا رکھا تھا، بس رات کو سونے کے لیے گھر میں آتے تھے۔ رہ گیا وہ تو ان کا سارا وقت دوستوں میں ہی گزرتا تھا۔ اس لیے دادو ہی گھر کے سیاہ و سفید کی مالک تھیں۔ صبح چھ بجے وہ خود دودھ کا گلاس، سیب، کارن فلیکس اور نہ جانے کیا الا بلا ناشتے کے نام پر اٹھا لاتیں اور پھر ربیکا کو جھنجوڑنا شروع کر دیتیں۔ دوپہر کے لیے اسے آرڈر تھا کہ ٹھیک بارہ بجے وہ ان کے گھر کچن میں کھانے پہنچ جائے اور رات کا کھانا بھی دادو خود سات بجے اس کے لیے لایا کرتی تھیں۔

"یا اللہ میاں! مجھ سے ایسا کون سا قصور سرزد ہو گیا ہے جس کی اتنی بھیانک سزا مل رہی ہے مجھے۔ میری اتنی ننھی سی جان پر تجھے ترس بھی نہیں آتا۔ اللہ میاں جی میری امی کو بھیج دے، میں کچن میں کام کروں گی لیکن صبح صبح اٹھنے کی سزا واپس لے لے۔"

"کیا ہوا، اتنا گڑگڑا کیوں رہی ہیں؟" عامر نے کھڑکی سے اس کے کمرے میں جھانکا۔
"عامر! مجھے اپنی دادو سے بچاؤ۔"
وہ کھڑکی پھلانگ کر اندر گھس آیا۔ "اب تو بچانا ہی پڑے گا کیونکہ تھوڑی دیر میں دادو ایک بہت سخت حکم کے ساتھ یہاں تشریف لانے والی ہیں۔"
"کیسا حکم؟"
"کہہ رہی تھیں مجھ سے کہ ذرا اس شہزادی کو تو دیکھو، مجال ہے ایک دن بھی اپنی زبان سے کہہ دیا ہو کہ دادو اتنے دن آپ نے کھانا کھلایا، آج میں آپ کو کھانا کھلا دیتی ہوں۔ میں اس انتظار میں تھی کہ اپنے منہ سے کہے گی لیکن جو کھانا کھاتے ہوئے سو سو نخرے دکھائے اس لڑکی نے مجھے کیا پکا کر کھلانا ہے۔"
"پھر؟"
"پھر نہیں اس بات پر اتنا غصہ آیا کہ وہ اب مزید انتظار کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ وہ آپ کے منہ سے یہ آفر سنیں کیونکہ انہیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ آپ یہ آفر دینے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہیں۔ اس لیے وہ اب حکم نامہ جاری کرنے آ رہی ہیں۔"
"کیا حکم نامہ؟"
"یہی کہ صبح کا ناشتا اور رات کا کھانا آپ نے پکانا ہے۔"
"کیا؟" وہ چلائی۔
"جی ہاں۔"
"عامر پلیز! مجھے بچاؤ، مجھ سے اتنی صبح اٹھ کر ناشتا کھایا نہیں جاتا، پکانے کا تو سوال ہی نہیں ہے۔"
"ہماری دادو کو ناممکن کو ممکن کرنے کا فن آتا ہے۔"
"یعنی تم میری مدد نہیں کرو گے؟"
"اتنی مسکین سی شکل بنائیں گی تو مدد تو کرنی ہی پڑے گی۔" وہ بولا۔ "لیکن پہلے مجھے سوچنے دیں۔"
وہ سوچ میں گم ہو گیا۔
"ایکٹنگ کر لیتی ہیں؟" بالآخر اس نے پوچھا۔
"تھوڑی بہت۔"
"سوچ لیں، تھوڑی بہت سے گزارا نہیں ہو گا۔"
"ہوں۔" وہ پریشانی میں مبتلا ہو گئی۔ "چلو میں کوشش کروں گی کہ بہتر پرفارمنس دے سکوں۔"
"تو پھر آپ آج سیڑھیاں اترتے ہوئے گر گئی ہیں۔"
"لیکن میں کب گری ہوں؟" وہ حیرت سے بولی۔
"آپ اتنی بدھو ہیں کہ آپ جیسی بدھو لڑکی کے لیے بہتری صبح کا ناشتا اور رات کا کھانا پکانے میں ہی ہے۔"
"عامر پلیز! ایسے تو مت کہو۔" اس نے مسکین سی شکل بنائی۔
"اتنی سیدھی سی بات ہے۔ آپ کو صرف دادو کے سامنے اداکاری کرنی ہے کہ آپ سیڑھیوں سے گر پڑی ہیں اور آپ کے پاؤں میں موچ آ گئی ہے۔ اس لیے آپ چل پھر نہیں سکتیں اور ظاہر ہے جب آپ چلیں پھریں گی نہیں تو کچن میں کیسے جائیں گی۔"

"تھینک یو۔" وہ یک دم خوش ہو گئی۔
جب دادو کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ ٹخنے پر پٹی باندھے بستر پر پڑی کراہ رہی تھی۔
"کیا ہوا ہے؟" دادو اسے کراہتے دیکھ کر آگے بڑھیں۔
"اتنی زور سے چوٹ آئی ہے مجھے۔"
"چوٹ نہیں موچ۔" عامر نے جلدی سے تصحیح کی۔ "موچ آ گئی ہے۔"
"کیسے؟" وہ گھبرا کر اس کے پلنگ پر بیٹھ گئیں۔
"سیڑھیوں سے گر پڑی تھیں۔" عامر پھر جلدی سے بولا۔
ربیکا نے چہرے پر بھرپور قسم کی مسکینی طاری کر کے ہاں میں سر ہلایا۔
"ذرا پاؤں ہلاؤ جلاؤ۔"
"نہیں دادو، ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔" عامر تیزی سے آگے بڑھا۔
"ان ڈاکٹروں کو تو آتا کیا ہے، خاک بھی نہیں۔" وہ بولیں۔
"دادو، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ہلانے جلانے سے ہڈی ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔" ربیکا نے انہیں پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھ کر کہا۔
"لڑکی! اپنا خیال کیا کرو۔ بولو اب میں تمہارے اماں باوا کو کیا جواب دوں گی؟ مجھے تمہاری دیکھ بھال کے لیے چھوڑ گئے تھے وہ۔"
"بس میرے امی ابو آ جائیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
"اوہو یاد آیا۔" دادو بولیں۔ "تمہارا سیل فون غالباً خراب پڑا ہوا ہے۔ مستان سے تمہاری اماں کا فون آیا تھا۔"
"میری امی کا؟" وہ خوشی سے بولی۔ "کیا کہا تھا انہوں نے؟"
"کچھ اچھی خبر نہیں ہے۔"
"کیا خبر ہے؟" اس کا دل دھک سے رہ گیا۔
"وہ جن کی عیادت کے لیے تمہارے اماں باوا گئے ہوئے تھے، وہ فوت ہو گئی ہیں۔"
"کیا؟"
"ہاں، اس لیے اب چند دن ٹھہر کر آئیں گے۔"
ربیکا کے لیے سب سے بھیانک خبر یہی تھی کہ امی ابو چند دن ٹھہر کر آئیں گے۔ اس نے سر پیٹ لیا۔
"مجھے پتا ہے تم بہت افسردہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی۔" دادو نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ غالباً یہ سمجھ رہی تھیں کہ وہ ایزد کی خالہ کی وفات پر افسردہ ہے۔

لیکن عامر کی ترکیب نے کام کر دکھایا تھا۔ ایک تو موچ کی موچ اور پھر ربیکا کی اداسی دیکھ کر دادو نے اسے کھانا پکانے کے لیے نہیں کہا اور کم از کم کچھ دیر کے لیے وہ اس سزا سے بچ گئی۔
"اُف کیا بوریت ہے۔ میں تو یوں کمرے میں بند بند تنگ آ گئی ہوں۔" ربیکا نے عامر کو آتے دیکھا تو چلائی۔
"ذرا باہر نکل کر گھوم پھر لیں۔" وہ بے نیازی سے بولا۔
"کیا پتا دادو کب اٹیک کر دیں۔"
"ہاں یہ تو ہے۔" وہ پھر اس کے ہاتھ میں پکڑی کتاب دیکھ کر بولا۔ "یہ کیا پڑھ رہی ہیں؟"
"میک بیتھ پڑھ رہی تھی۔"
"شیکسپیئر اچھا لگتا ہے آپ کو؟"
"ہاں لیکن اس وقت یہ بھی مجھے زہر لگ رہا ہے۔"
"کیا کہتا ہے شیکسپیئر؟"
"کہتا ہے کہ میری حالت اگر اتنی ہی بری ہے تو رو پڑوں یا چلاؤں۔ یعنی
GIVE SORROW WORDS
THE GRIEF THAT DOES NOT SPEAK
WHISPERS THE O'ER FRAUGH HEART
(اپنے دکھوں اور غموں کا اظہار لفظوں کی صورت میں کر دو۔ ایسا غم جو کہا نہ جائے، دل پر بوجھ بن کر پڑا رہتا ہے اور غم سے انسان کا دل پھٹ جاتا ہے۔)"
"اوہو، پھر تو آپ واقعی بہت برے حال میں ہیں۔" وہ ہنسا۔ "ایسا کریں ٹی وی لگا لیں۔"
"اس سے زیادہ بور چیز بھلا کیا ہو گی۔" ربیکا نے منہ بنایا۔
"بوریت کیسی؟ اب تو سی این این بھی لگ جاتا ہے۔"
"اس میں کیا ہے، خبریں ہی خبریں اور وہ بھی تباہی اور بربادی کی۔"
"خبریں سنانے والیاں بھی تو ہیں۔" عامر نے ایک آنکھ دبائی۔
"اُف! کیا ہے خبریں سنانے والیوں میں، عام سی مسکین قسم کی چیزیں ہیں۔"
"بس ربیکا جی! بنتِ حوا ہونی چاہیے گوری چمڑی کے ساتھ۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تمہاری تو عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اتنے چھوٹے سے ہو اور کوئی باتیں ہیں تمہاری۔ تھوڑی سی شرم اُدھار ہی کر لیا کرو، لیکن پلیز کر لیا کرو۔"

"جو شرم والے ہیں وہ مجھے اُدھار پر بھی شرم دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پتا ہے ناں کہ اُدھار محبت کی قینچی ہے لیکن نہیں ڈر، بتلاتے کہ میں جنت پر تو قینچی پھیر دوں گا ہی شرم کو بھی نہیں بخشوں گا، جس سے شرم مانگنے جاؤ وہی کہتا ہے کہ نقد بڑے شوق سے، اُدھار اگلے چوک سے اور آپ کو پتا ہی ہے کہ میں شرم جیسی چیز پر نقد خرچ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آج کل لڑکے کس رُخ پر جا رہے ہیں۔"

"آپ کو یہ سمجھنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔" وہ کشن سر کے نیچے رکھ کر قالین پر ہی دراز ہو گیا۔ "اس بات کو چھوڑیں یہ بتائیں کہ کیتھرین کرانز کیسی ہے؟"

"کون کیتھرین کرانز؟"

"وہی سی این این والی جو کرائسز شو کمپیئر کرتی ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔"

"لڑکیوں میں اتنی جیلسی کیوں ہوتی ہے۔ مجال ہے دوسری کسی لڑکی کی تعریف کریں۔"

"تم مجھ سے اس کی تعریف کیوں کروانا چاہتے ہو؟"

"کیونکہ وہ ہے ہی قابلِ تعریف۔" عامر آرام سے بولا۔ "میں تو سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں کہ میٹرک کے امتحانوں سے فارغ ہو کر اس سے ملنے امریکہ جاؤں۔"

"تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"اکثر ہو جاتا ہے جب میں کیتھرین کرانز جیسی کسی بنتِ حوا کو دیکھتا ہوں تو۔"

"بہت خبیث ہو تم۔"

"تعریف کا شکریہ۔"

عامر جب بھی آتا تھا ربیکا کی بوریت ایک دم غائب ہو جاتی تھی۔ یوں بھی وہ سیدھے راستے سے آنے کے بجائے کھڑکی پھلانگ کر آتا تھا اور آتے ہی کسی نہ کسی لڑکی یا پھر اپنی بہادری کا قصہ چھیڑ دیتا تھا۔ کبھی اسکول کا، کبھی کالج کا۔

"آج اسکول میں بہت مزا آیا۔" وہ کہتا۔ "اپنے اُردو کے ٹیچر کو اتنا تنگ کیا کہ انہوں نے اپنا سر پیٹ لیا۔"

"وہ کیسے؟"

"انہوں نے شعر کی تشریح کرنے کے لیے دی۔

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی"

"پھر؟"

"پھر میں نے سر سے پوچھا کہ ان دونوں شعروں کی تشریح کرنی ہے ناں۔"

"کون سے دو شعر؟" سر نے حیرت سے پوچھا۔

"یہی سر، ایک 'ابنِ مریم ہوا کرے کوئی' اور دوسرا 'میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی'۔"

"پھر؟"

"پھر وہی ہوا جو میں چاہتا تھا یعنی سر بگڑ گئے۔"

"لیکن تم ایسا کیوں چاہتے تھے؟" وہ حیرت سے بولی۔

"تاکہ کلاس میں بوریت سے بچا جا سکے۔ ہمارے اپنے ٹیچر کو ایک لفظ نہیں آتا۔ غالب کی تشریح ایسے کرتے ہیں جیسے اقبال کی کی جاتی ہے۔ مجھے تو یوں لگنے لگا ہے جیسے دیوانِ غالب لکھتے وقت غالب کے ایک ہاتھ میں قلم تھا دوسرے میں دو سو دانوں کی تسبیح اور میر کا تو انہوں نے بیڑا ہی غرق کر رکھا ہے۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

کی تشریح یوں شروع کرتے ہیں کہ بچو! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میر تقی میر ایک مذہبی منش اور خوفِ خدا رکھنے والے بزرگ تھے۔ اس شعر میں وہ عشقِ حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے معبودِ حقیقی سے مخاطب ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے ہونٹوں کی نزاکت پر گلاب کی پنکھڑیوں کا گمان ہوتا ہے۔ اور جب میں نے اُن سے کہا کہ شاعر نے معبودِ حقیقی کو کب دیکھا تھا تو پتا ہے کیا کہنے لگے، کہنے لگے کہ شاعر نے اس دُنیا کی رنگینی و حُسن میں معبودِ حقیقی کو دیکھا ہے۔ یعنی وحدت الشہود کے نظریے کو ایک لمحے میں انہوں نے ملیامیٹ کر دیا۔ اب اگر وہ میر کا یہ حشر کرتے ہیں تو پھر مجھ پر کیوں بگڑتے ہیں جب میں غالب کے شعر کو بگاڑتا ہوں۔"

"وہ تم جیسے لڑکوں کو بہتری کی طرف لانا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر نصاب سے میر و مرزا کو نکال دیں۔" وہ بولا۔ "اور پتا ہے آج کیمسٹری کی کلاس میں کیا ہوا؟"

"کیا ہوا؟"

"ہم سر لوشن ــــ والا چیپٹر پڑھ رہے تھے جب عامر کو ریڈیو میں بیل کی آواز سنائی دی جب کہ ایک طرف AQUOUS AND MOLTEN NACL تھا اور دوسری طرف تین، اُس کی بیل کی ٹھیک ٹھیک تو اس کا منطقی نتیجہ کیا ہوگا، ہم سب نے باآوازِ بلند نعرہ لگایا۔

"دائیں پھیر۔"

اور سب یک دم دائیں جانب کھڑکی کی طرف دیکھنے لگے۔

"نہ سنے ہو وہ تو تم شرم کرو۔"

"وہ نہیں، انہیں بھی کبھی جونی ہوتی ہے۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ویسے آپ کب تک یہ ڈراما چلانے کا ارادہ ہے؟"

"جب تک احمق باز نہیں آ جاتے۔"

"آپ میری معصوم سی دادو کو دھوکا دے رہی ہیں۔"

"تمہاری معصوم سی دادو کو دھوکا دینا عین ثواب ہے۔"

"اگر انہیں پتا چل گیا کہ یہ سب ڈراما ہے تو آپ کی خیر نہیں۔"

"انہیں پتا چلنے کون دے گا۔"

لیکن عامر کو بھی اسی دن سیڑھیوں سے گرنا تھا۔ ہوا یہ کہ وہ ربیکا سے باتیں کرتے ہوئے ایک ایک قدم پیچھے ہٹ رہا تھا اور ہٹتے ہوئے یہ بھول گیا تھا کہ پیچھے سیڑھیاں ہیں۔ دادو بھی وہیں بیٹھی ربیکا کو رات کا کھانا کھلا رہی تھیں۔ عامر کی اس بھول کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کمر کے بل سیڑھیوں سے گرتا چلا گیا۔ اب بے شک سیڑھیوں پر قالین بچھا ہوا تھا اور وہ تھیں بھی صرف سات سیڑھیاں لیکن ایسے میں چیخ مار کر دوڑنا دادو کا فطری ردِعمل تھا جو غلطی سے ربیکا سے سرزد ہو گیا۔ دادو تو بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھیں۔ ربیکا جب دو دو سیڑھیاں پھلانگ کر اس تک پہنچی تب تک وہ اوئی اوئی کرکے اُٹھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہو عامر!" اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہاں۔" وہ ہنستے ہنستے اُٹھ کھڑا ہوا اور لنگڑاتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

"اگر میں بھول گیا تھا کہ پیچھے سیڑھیاں ہیں تو آپ کو مجھے یاد دلانا چاہیے تھا۔"

"مجھے تم سے اس حماقت کی توقع نہیں تھی۔ گھبرا کر دن سانس لینا نہ بھول جانا اب۔"

"اُف توبہ! تم نے تو میری روح فنا کر دی تھی۔" دادو نے ٹھیک دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔

"آپ کو تو اپنی روح فنا کرانے کی عادت ہے۔" وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اور لڑکی تمہارا پاؤں، اچانک ٹھیک کیسے ہو گیا؟" وہ ربیکا کی طرف مڑیں۔

"میرا پاؤں ٹھیک ہو گیا کیا؟" اس نے بے چارگی سے عامر کی جانب دیکھا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔" دادو نے اُسے ڈپٹا۔ "کل صبح ساڑھے پانچ بجے تمہیں کچن میں آ جانا ہے ناشتا بنانے کے لیے۔"

"کیا؟" وہ چلائی۔

"ظاہر ہے تم تو ٹھہریں پھوہڑ لڑکی۔ پون گھنٹہ تو لگ جائے گا تمہیں ناشتا بنانے میں۔"

اور وہ حکم نامہ جاری کر کے چلی گئیں۔

"مجھے آپ سے پوری ہمدردی ہے۔" عامر بھی کھڑکی پھلانگ گیا۔

اپنے کمرے میں اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھ کر جب اس نے فزکس کی کتاب اُٹھائی تو میگنٹزم ــــ کے چیپٹر کی سطریں یک دم غائب ہو گئیں اور ان کی جگہ ربیکا کا چہرا جھلملانے لگا اور تب اُسے اپنے دوستوں کی تین رکنی کابینہ کے سامنے یہ مسئلہ رکھنا پڑا۔

"مجھے محبت ہو گئی ہے۔"

"کیا؟" اسد ہنسا۔ "یہ کون سی نئی بات ہے۔ تجھے تو ہر دوسرے روز کسی نہ کسی سے محبت ہو جاتی ہے۔"

"یہ وہ والی محبت نہیں ہے۔" عامر نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ دوسری والی محبت ہے۔"

"دوسری نہیں۔" سعید بولا۔ "دوسری تو تم نے مارلن منرو سے کی تھی۔ بھول گئے کیا! اس کے بعد شاید بروک شیلڈز تھی — جینیفر لوپیز تھی، جولیا رابرٹس تھی، ڈیمی مور تھی۔"

"بکواس۔" فہد چلایا۔ "ڈیمی مور سے عامر نے تم دونوں کے سامنے اعلانِ لاتعلقی کیا تھا۔"

"اور اس وقت میں تم تینوں کے سامنے باقی سب کے ساتھ بھی اعلانِ لاتعلقی کرتا ہوں۔" عامر نے کہا تو تینوں دوستوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"ہاں کیونکہ میری یہ محبت پردۂ سیمیں سے باہر کی ہے۔"

"کیا! سیمیں سے کی ہے یہ محبت! یا یہ کون ہے، کیسی ہے؟" اسد نے جلدی سے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہو ہو سمیں نہیں پرند سمیں یعنی اسکرین سے باہر کی محبت ہے۔"

"باہر سے ہوں۔"

"یار جلدی بتا ناں کون ہے؟ کیسی ہے؟"

"مجھے ربیکا جی سے محبت ہو گئی ہے۔"

"اسی مجسم جادو سے۔"

"ہاں۔"

"تم نے ہمیں ملوایا تو ہے نہیں ان سے، صرف قصے کہانیاں ہی سنائی ہیں۔" فہد نے کہا۔

"ہاں جب تک ہم انہیں دو سے نہیں کریں گے تب تک تم کیسے ان سے محبت کر سکتے ہو۔" سعید چھولے کھاتے ہوئے بولا تھا۔

"میں شکل سے اتنا ہی احمق نظر آتا ہوں جتنا تم مجھے سمجھ رہے ہو۔ میں کیوں تم لوگوں کو ان سے ملوانے لگا۔"

"تو میرے بھائی مسئلہ کیا ہے پھر؟" اسد نے کہا۔

"اب میں کیا کروں؟"

"یہ بھی کوئی بات ہے جا کر اظہار محبت کر دو۔" فہد نے آدم سے کہا۔

"یہ بات تو مجھے بھی معلوم ہے لیکن آج تک اظہار کی نوبت نہیں آئی۔ ظاہر ہے اب ماڈرن منظر سے اظہار محبت کی خاطر میں دوسری دنیا کا ٹکٹ تو کٹا نہیں سکتا تھا۔ کسی بھی جواب آتی محبت بھی نہیں تھی مجھے اس سے، اس لیے اس معاملے میں میرا تجربہ صفر ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ میں جا کر ان سے کیا کہوں؟"

"ہوں۔" چاروں دوست سوچ میں ڈوب گئے۔

"آ گیا۔ آ گیا۔" سعید چلایا۔

"پکڑو، پکڑو بھاگ نہ جائے۔" فہد اس سے بھی زیادہ زور سے چلایا۔

"تم ان کا ہاتھ پکڑ کر کہنا۔" سعید نے اسد کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "تم سے مجھے ہو گیا ہے پیار۔ تم بن گئے ہو میرے دلدار۔ یہ میں نے کل ہی رکشے پر پڑھا تھا۔"

اسد نے ایک دھپ اس کی کمر پر رسید کی اور اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ "مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے کہ میں تیرا دلدار بنوں۔"

"او ہو! یہ تو میں عامر کو بتا رہا تھا۔ کل میں نے بطور خاص یاد کیا تھا کہ ایسے موقع پر کام آجاتا ہے اور دیکھو آج ہی اس کی ضرورت پیش آگئی۔"

"ایسے رکشا قسم کے شعر تم اپنی محبوبہ کو سنا کر اظہار عشق کرنا۔"

"تو تم کیا چاہتے ہو کہ میں دیوان میر کھول کر بیٹھ جاؤں۔"

"بھئی سیدھی سی بات ہے کہ پہلے تم ان کے حسن کی تعریف کرنا۔" فہد بولا۔ "اور پھر کہہ دینا کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ آزمایا ہوا نسخہ ہے۔"

"اور حسن کی تعریف کرتے ہوئے کہنا کہ۔

اب میں سمجھا تیرے رخسار پہ تل کا مطلب
دولت حسن پہ دربان بٹھا رکھا ہے۔"

سعید پھر چلایا۔

"احمق! انہوں نے دولت حسن پہ کوئی ایسا دربان نہیں بٹھا رکھا۔" عامر جھنجھلا اٹھا۔

"پھر کیا مسئلہ ہے؟" اسد بولا۔ "یہی دربان تو ولن کا رول ادا کرتے ہیں۔ جب ولن ہی نہیں ہے تو پریشانی کیسی؟"

"چلو اٹھو، ابھی رات کے صرف آٹھ بجے ہیں، وہ سوئی نہیں ہوں گی، فٹافٹ جا کر ان سے کہہ دو۔"

"اچھا میں کپڑے تبدیل کر کے اپنا حلیہ بہتر بنا لوں۔" وہ ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

دوسری طرف ربیکا اس وقت کو کوس رہی تھی جب وہ عامر کو گرتے دیکھ کر بھاگی تھی۔

"حالانکہ مجھے پتا ہونا چاہیے تھا کہ اس بندے کو کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسی اچھل کود سے اسے کچھ ہونے لگے تو روز اس کی دو سو چھ میں سے ایک سو تین ہڈیاں ٹوٹتیں۔ وہ تو گرنے کے بعد آرام سے اٹھ گیا لیکن مجھے مصیبت میں مبتلا کر گیا۔ اللہ میاں جی! پلیز میری امی کو جلدی بھیج دے، میری بھی خالہ تو ہیں لیکن اتنی زیادہ نہیں جتنی دادو ہیں۔"

گیٹ پر گھنٹی بجی تو وہ باہر کی طرف بھاگی۔

"پتا نہیں کون ہو گا۔ خیر دادو تو نہیں ہو سکتیں، وہ تو گھنٹی بجائے بغیر دندناتی ہوئی اندر گھسی چلی آتی ہیں۔"

گیٹ پر ایزد کو کھڑے دیکھ کر وہ کھل اٹھی۔

"ایزد تم!" وہ خوشی سے چیخی۔ "اس آفت زدہ ماحول میں تمہیں دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے ابھی دنیا اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی ورنہ اف! دادو کو دیکھ کر تو یوں لگنے لگا تھا، جیسے اس دنیا میں بس وہ ہی وہ ہوں اور تم باہر کھڑے میرا منہ کیوں تکے جا رہے ہو، اندر کیوں نہیں آ رہے؟"

"تم جو دروازے کے عین درمیان میں دیوار چین کی طرح کھڑی ہوئی ہو۔ ذرا سرکو گی تو مجھے اندر آنے کے لیے جگہ ملے گی ناں۔"

"اتنی جگہ پڑی ہے گزرنے کے لیے۔" وہ پیچھے ہٹی۔ "لیکن تمہیں تو عادت ہے مجھ پر اعتراض کرنے کی اور میں سب سمجھتی ہوں کہ یہ کس لیے ہے۔ ایزد تم بھی بدلتے جا رہے ہو۔"

"لیکن تم نہیں بدلیں ایک فیصد بھی نہیں۔" وہ اس کے پیچھے پیچھے لاؤنج میں چلا آیا۔

"تو تم چاہتے ہو کہ میں بدل جاؤں۔"

"نہیں۔" وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

ربیکا ہنس پڑی۔

"اب یہ بتاؤ کہ اتنی اچانک کیسے آ گئے اور ملتان کیوں نہیں گئے؟"

"اتنی اچانک بھی نہیں۔ پوسٹنگ جو یہاں ہو گئی ہے۔ اور ملتان جانے کے لیے چھٹی نہیں ملی۔" اس نے بتایا۔ "یہاں آج شام کو ہی پہنچا تھا تو پتا چلا کہ پھپھو اور انکل ملتان گئے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ تم اکیلی ہو گی اس لیے چلا آیا۔"

"بس ایک تم ہی ہو جسے میرا خیال ہے ورنہ تو امی اور ابو تو مجھے دادو کے رحم و کرم پر چھوڑ گئے ہیں۔"

"باقی سب گھر والے بھی ملتان گئے ہوئے ہیں، ورنہ میں تمہیں اپنے ساتھ ہی لے جاتا۔"

"کب تک آئیں گے امی ابو؟"

"شاید چار پانچ دن مزید لگ جائیں انہیں لیکن تم فکر مت کرو میں روز آ جایا کروں گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟" وہ مایوسی سے بولی۔

"کیا مطلب؟ میرے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔" وہ جلدی سے بولی۔ "ناشتا اور رات کا کھانا تو مجھے ہی پکانا پڑے گا ناں۔"

"تو پکا لینا، یہ ایسا کون سا مرحلہ ہے جو طے ہی نہ کیا جا سکے۔" ایزد نے سگریٹ سلگا لیا۔

"ایزد! میں کولمبس کی جگہ امریکہ دریافت کرنے پر تیار ہوں، مارکوپولو کی جگہ صحرائے گوبی عبور کر سکتی ہوں اور ایڈمنڈ ہلیری کی جگہ ماؤنٹ ایورسٹ سر کر سکتی ہوں لیکن آدھی رات کو اٹھ کر یہ مرحلے طے کرنے پر تیار نہیں ہوں۔"

"آدھی رات پانچ بجے ہوتی ہے کیا؟" وہ ہنسا۔

"اگر ڈیڑھ دو بجے میں سونے کے لیے لیٹوں گی تو پانچ بجے آدھی رات نہیں ہو گی کیا؟"

"شکر کرو کہ تم فوج میں نہیں ہو، خیر تھوڑے دن کی بات ہے برداشت کر لو، میرے گھر میں تم پر ایسی کوئی سختی نہیں ہو گی۔"

"سچ؟" وہ چلائی۔

"بالکل سچ۔"

"تو ایزد ہم ابھی کر لیتے ہیں شادی۔"

"میں تو دل و جان سے راضی ہوں لیکن ظالم سماج کی جو دیواریں درمیان میں کھڑی ہیں، ان کا کیا کیا جائے۔"

"کمال ہے، تم میری خاطر ذرا سی سماج کی دیواریں نہیں پھلانگ سکتے کیا؟"

"بہت اونچی ہیں۔"

"ہمت کرو اور پھلانگ جاؤ۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو میرے بجائے سرجی نیکا سے شادی کر لو ساری عمر دیواریں پھلانگتی رہنا اس سے۔" وہ جھنا گیا۔

"مجھے پتا ہے سارے چکر کا کہ تم جو آسمان سے تارے توڑ لانے کی بات کرتے تھے اب کیوں میری خاطر سماج کی دیواریں نہیں پھلانگ رہے۔ میں نے تم سے منگنیاں کی ہیں سرجی نیکا سے نہیں۔"

"اچھا بابا سماج کی دیواریں بھی پھلانگ لوں گا لیکن پہلے چائے پلواؤ۔"

"او ہو! مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ میں ابھی خانساماں سے کہتی ہوں۔"

وہ چائے پیتے ہوئے باتیں کر رہے تھے اور ریکا سے اپنے اوپر بیتنے والی ظلم کی داستان سنا رہی تھی جب باہر گھنٹی بجی۔

"اس وقت کون آ سکتا ہے۔" ایزد نے گھڑی کی طرف دیکھا جو رات کے سوا نو بجا رہی تھی۔

"پتا نہیں۔" ریکا بولی۔ "خانساماں دیکھ لے گا۔ تم میری بات سنو۔"

ابھی اس کی بات درمیان میں ہی تھی کہ عامر لاؤنج میں داخل ہوا۔ اس نے کلف لگا سفید کرتا شلوار پہن رکھا تھا اور اس کے نقرئی سلیم شاہی جوتے چمک رہے تھے۔

"ارے!" ریکا کے منہ سے حیرت سے نکلا۔ "تم عامر کتنے اچھے لگ رہے ہو۔ آئندہ وہ بے ہودہ سی جینز بالکل مت پہننا۔ کتنا سوٹ کر رہا ہے تم پر یہ کرتا شلوار۔"

"اچھا لگ رہا ہے ناں؟" عامر خوش ہو کر اندر داخل ہوا لیکن پھر ایزد کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"رک کیوں گئے ہو، آ جاؤ ناں۔ یہ ایزد ہے۔"

عامر اور ایزد نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا اور رسمی انداز میں خیریت دریافت کی۔

"ایزد میری اتنی خواہش تھی تمہیں عامر سے ملوانے کی، اچھا ہوا عامر خود ہی آ گیا۔" پھر وہ عامر سے مخاطب ہوئی۔ "تم اس وقت اتنے بنے ٹھنے ہوئے کہاں سے آ رہے ہو۔ کوئی خاص بات لگتی ہے مجھے۔"

"ہے تو خاص بات ہی۔" اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایزد کو وہاں سے ٹلنے کا اشارہ کیا۔

"کچھ کہنا ہے تم نے؟" ریکا نے پوچھا۔

عامر نے آنکھوں آنکھوں میں اقرار کیا۔

"تو کہہ دو۔ ایزد کے سامنے کچھ کہہ دینے میں حرج نہیں ہے۔"

"ایک تو یہ میری بات سمجھتی ہی نہیں ہیں۔" عامر نے سوچا۔ "اب میں ایک فالتو کے تیسرے شخص کے سامنے اظہار محبت کر سکتا ہوں بھلا؟"

پھر اس نے آنکھ کے اشارے سے ہی انکار کر دیا۔

"او ہو کوئی حرج نہیں ہے کہہ دینے میں۔ ایزد سے میں کچھ نہیں چھپاتی اور چھپا بھی کیسے سکتی ہوں۔" وہ ایزد کی طرف دیکھ کر مسکرائی پھر جیسے اسے اچانک یاد آیا۔ "اف یہ دماغ۔ میں یہ تو بتانا ہی بھول گئی تمہیں کہ ایزد میرا منگیتر ہے۔"

"کیا؟" عامر کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹ گیا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ اس نے ایک نظر صوفے پر بیٹھے ہوئے ایزد کی جانب دیکھا۔ وہ بھی بغور اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"تم نہیں بتایا نہیں تھا پہلے۔ اس دن تو ریکا اپنی دھن میں کہہ رہی تھی۔ "جب مجھے یہ ثابت کرنا تھا کہ میں چھوٹی نہیں ہوں۔ یاد نہیں آیا تمہیں؟"

"ہاں آ گیا یاد۔" عامر نے زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلائی۔

"اس لیے اب بتا دو کیا بات کرنی تھی تم نے؟"

"کچھ نہیں، پھر کروں گا۔" وہ مڑا۔

"ارے کہاں جا رہے ہو؟ بیٹھو ناں۔" وہ پیچھے سے چلائی۔

"کل آؤں گا۔" وہ بھی وہیں سے کہتا ہوا بغیر اس کی جانب دیکھے پلٹ گیا۔

اس کا ذہن بری طرح منتشر تھا۔ وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ پہلے دن ریکا نے اس سے صرف مذاق کیا تھا تاکہ اپنا بڑا پن ثابت کر سکے۔ اس کی انگلی میں کوئی انگوٹھی بھی تو نہیں تھی اور ریکا نے کبھی ایزد کا ذکر بھی نہیں کیا تھا۔

عامر اتنے بڑے شاک کے لیے تیار نہیں تھا۔ اسے یہ تو احساس تھا کہ ریکا شروع میں اس کی بات کو مذاق سمجھ کر ٹال دے گی لیکن اسے یقین تھا کہ بالآخر وہ اس کی محبت کو تسلیم کر لے گی۔ اور پھر یہ محبت بھی کتنی اچانک تھی۔ آج شام جب ریکا دادی کی پرولیکس پر اسے گرتا دیکھ کر بھاگی تھی، اس لمحے پہلی مرتبہ اس کے دل میں ریکا کے لیے محبت

کا احساس بیدار ہوا تھا۔ تب اسے یوں لگا تھا جیسے وہ ہمیشہ سے ریکا کو چاہتا آ رہا ہو اور پھر اسے بھی تو عامر کا کتنا خیال تھا۔ اس نے بدترین نتائج کی بھی پروا نہیں کی اور پاؤں کی موچ کا ڈراما بھول کر عامر کی خاطر بھاگی تھی۔

جب وہ ریکا سے اتنی محبت کرتا تھا تو پھر ایزد کو کیا سمجھتا تھا کہ وہ اس کی محبت کے بیچ میں روڑے اٹکاتا۔ اس کا دل چاہا کہ اسی لمحے واپس پلٹے اور کسی وزنی پتھر سے ایزد کا سر پھاڑ دے۔ بڑی مشکل سے عامر نے اپنی اس خواہش پر قابو پایا اور پلٹنے کے بجائے اپنے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں اس کے تینوں دوست اس کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"کیا رہا؟" اسے آتے دیکھ کر سعید چلایا۔

"شکل پر تو بارہ بج رہے ہیں۔" فہد نے اس کا جائزہ لیا۔ "لیکن ہڈیاں پوری دکھائی دے رہی ہیں۔" اسد نے اس کا تنقیدی جائزہ لیا۔ "یہ معاملہ کیا ہے یار؟"

"مارا تو نہیں ہے انہوں نے؟" سعید نے آنکھیں پھیلا کر اس کی جانب دیکھا۔

"اگر مارا ہوتا تو L'OREAL جیل لگے بال آتی حالت سے نہ نمٹے ہوتے۔ نہ ہی یہ سلیم شاہی جوتا اتنا چمکتا اور JOVAN MUSK سے مہکتا ہوا یہ کلف لگا کرتا شلوار اس طرح پرزے پرزے ہو چکا ہوتا۔ نہیں مار نہیں پڑی۔ میرے دوست پر کچھ اور ہی بیتی ہے۔" فہد جلدی سے بولا۔

"کچھ تو گے بھی کہ ہوا کیا؟" سعید پھر چلایا۔

"ہونا کیا تھا۔" عامر نے آہ بھری۔ "وہاں ان کا وہ خبیث صورت منگیتر پہلے ہی بیٹھا ہوا تھا۔"

"منگیتر؟" وہ سب مل کر چیخے۔

"ہاں۔" اور عامر نے انہیں سارا قصہ سنا دیا۔

"چلو اس بات پر تم خوش ہو سکتے ہو کہ تم میں اور چچا غالب میں کم از کم یہ قدر مشترک ہے۔" اسد خباثت سے ہنسا۔

"میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں"

"مجھے غالب سے کوئی ایسی محبت نہیں ہے کہ میں اس مماثلت پر فخر کرنے لگوں۔" عامر جھنجھلا گیا۔ "اور وہ ایزد، اگر اب وہ شخص میرے سامنے آ گیا تو میں شاید اسے قتل ہی کر دوں۔ وہ بے کیا چیز کہ ریکا کا طلب گار بنے۔ صرف اتنا ہی ہے ناں کہ وہ مجھ سے پہلے ان تک پہنچ گیا اور مجھے تھوڑی سی دیر ہو گئی۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ ریکا کو مجھ سے چھین لے۔"

"لیکن اب ہو گا کیا؟" فہد کو اس کی فکر کھائے جا رہی تھی۔

"کہو تو پٹوا دوں تمہارے اس رقیب روسیاہ کو۔" اسد نے ایک گرہ لگائی۔ "کسی کو خبر بھی نہیں ہو گی۔"

"ہاں اسد کے ابو ایم پی اے بابا جان کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" سعید نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"اس سے کیا ہو گا؟" عامر جھنجھلایا ہوا تھا۔ "اگر ریکا کو اس منحوس انسان سے محبت ہے تو خوامخواہ انہیں تکلیف ہی ہو گی۔ کوئی ایسی ترکیب کرو کہ وہ خود ہی اس مصیبت کو اپنے سے الگ کر کے میری طرف بڑھ آئیں۔"

"ہوں۔" وہ ایک بار پھر سوچ کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے۔

"ہے تو خاصی بے ہودہ سی ترکیب لیکن اگر جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہونا مان لیا جائے تو پھر اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔" فہد نے سر اٹھایا۔

"کیا؟" عامر نے بے تابی سے پوچھا۔

"تمہارے اس رقیب روسیاہ سے جھوٹے خطوط منسلک کر دیے جائیں تو کیسا رہے گا؟"

عامر کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں۔ میرا دل نہیں مانتا۔ اگر کبھی ریکا کو اس بات کی خبر ہو گئی تو وہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گی اور میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں۔ ان کی نظروں میں اپنے لیے حقارت برداشت نہیں کر سکتا۔"

"میں تو کہتا ہوں پٹوا ہی دیتے ہیں۔ ایک دم قصہ ختم۔" اسد بولا۔

"اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"تو پھر تم یوں کرو عامر کہ انہیں خوب مرچ مسالہ لگا کر اپنی بہادری کے قصے سناؤ اور انہیں یہ یقین دلانے کی کوشش کرو کہ اس دنیا کی ہر خوبصورت لڑکی تم پر فدا ہونے کے لیے تیار ہے اور وہ سو فیصد نہ سہی پچاس فیصد کی حد تک تو دوسری لڑکیوں کی پیروی کر ہی سکتی ہیں۔" سعید

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے کہا: "اور انہیں یہ بھی باور کرانے کی کوشش کرو کہ مارلن منرو نے تمہارے ہی عشق میں فنا ہونے کی کوشش میں خودکشی کی تھی۔ گرلڈی ہان اب بھی تم سے ملنے کے لیے ترستی ہے۔ بروک شیلڈ نے صرف تمہاری خاطر مزید فلمیں سائن کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ڈیمی مور تو تمہاری خاطر صحرائے صحارا میں نکل کھڑی ہوئی ہے۔"

"ڈیمی مور۔ اس بے وفا عورت کا میرے سامنے نام نہ لو۔" فہد کا موڈ آف ہو گیا: "دل چاہتا ہے کہ بروس ولس کا قلع قمع کر دوں۔ آخر ضرورت کیا تھی ڈیمی مور کو اس سے شادی کرنے کی۔ جبکہ پاکستان میں مجھ جیسا کبرو جوان تیار بیٹھا تھا کہ وہ آکر میری منت کرے اور میں ازراہِ ہمدردی اس کا ہاتھ تھام لوں۔"

"تم لوگ بکتے ہی جاؤ گے۔ میرا مسئلہ حل نہیں کرو گے۔" عامر کا موڈ مزید بگڑ گیا۔

"مسئلہ کیا ہے یار، ہزاروں لڑکیاں بکھری پڑی ہیں۔ یہاں وہاں۔ اور ایک سے ایک خوبصورت۔" اسد بولا۔

"آخر ان کا بھی تو کوئی حق ہے ہم پر۔"

"باقی سب کے حقوق تم نمٹاتے رہنا مجھے ایک ہی کافی ہے۔"

"یہ لڑکا تو گیا کام سے۔" سعید نے آہ بھری۔ "اسے اللہ کے حوالے کر کے اٹھ کھڑے ہو۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جاتے جاتے اسد پلٹ آیا۔

"ہم فور ٹریس اسٹیڈیم جا رہے ہیں۔" وہ غالباً عامر کو لالچ دے رہا تھا۔

"پھر؟"

"پھر یہ کہ دعا کی اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم کرے۔" وہ مڑ کر پھر دروازے تک پہنچ کر رک گیا: "میری آفر ابھی تک برقرار ہے اور ہمیشہ برقرار رہے گی۔ کم از کم اس وقت تک جب تک ہاتھ میں کچھ نہ کچھ طاقت ہے۔"

"کون سی آفر؟"

"چاہو تو تمہارے رقیبِ روسیاہ کو نکلوا دیتے ہیں۔" وہ بولا۔

"تھینک یو لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

ان کے جانے کے بعد وہ اپنے بستر پر سیدھا لیٹ کر چھت کو گھورنے لگا۔

"پہلا پہلا عشق انسان کو شاید ایسا ہی گدھا بنا دیتا ہے جیسا کہ اس وقت میں بنا ہوا ہوں۔" اس نے سوچا: "کیا دنیا کی باقی لڑکیاں ختم ہو گئی تھیں کہ میں نے عشق بھی کیا تو ایک منگنی شدہ لڑکی کے ساتھ۔ لیکن مسئلہ تو یہ ہے کہ اب جبکہ عشق ہو ہی گیا ہے تو اب میں کیا کروں؟ میرا خیال ہے کہ مجھے اب ان سے دور ہو کر دیکھنا چاہیے۔ شاید یہ محض وقتی جذبہ ہو اور دور رہنے سے ختم ہو جائے۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ میں ان کے ساتھ ان کے اس بے ہودہ سے منگیتر کو دیکھنے سے بچ جاؤں گا کیونکہ اگر ان کے ساتھ مجھے ان کا منگیتر نظر آ گیا تو میرا دل چاہے گا کہ اسے خرچ کر دوں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ وہ آسانی سے خرچ بھی نہیں ہو سکتا اتنے لمبے قد اور اتنی جان کے ساتھ مجھے یقین ہے کہ اس کا باڈی سب سولہ سے کم نہیں ہو گا اور ہاکنگ بھی وہ ہیوی ویٹ میں کرتا ہو گا۔ اس لیے ہم دونوں کی ہی عافیت اسی میں ہے کہ ایک دوسرے کا سامنا نہ کریں ورنہ ہم میں سے کم از کم ایک بندہ دوسرے کے ہاتھوں ضرور خرچ ہو جائے گا۔"

اور پھر وہ مسلسل ریکا سے کنی کترانے لگا۔ اس کا کھانا پکاتے ہوئے شور کرنا، اپنے امی ابو کو یاد کرنا، دادو سے پٹنے کی کوشش کرنا، ایزد سے شکایتیں کرنا اور عامر سے مدد طلب کرنا۔ عامر ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے باہر دوستوں میں نکل جاتا۔ ریکا اسے آوازیں دیتی رہ جاتی۔ بار بار چلاتی لیکن وہ سنی ان سنی کر کے بائیک اسٹارٹ کرتا اور یہ جا اور وہ جا۔

اس دن وہ بھی اسد کے گھر سے واپس آیا ہی تھا کہ ریکا زوردار آواز سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"عامر!" وہ چلائی۔

عامر جو بستر پر آنکھیں موندے اوندھا لیٹا ہوا تھا اٹھ بیٹھا۔

"آپ؟" وہ حیران رہ گیا۔ کیونکہ ریکا کبھی اس کے کمرے میں نہیں آئی تھی۔

"ہاں میں۔" وہ ایک قدم آگے بڑھ آئی: "کہاں غائب ہو تم اتنے دنوں سے۔ جب دیکھو، جب آواز دو تم اپنی بائیک کا کان مروڑ کے گھوں گھوں کرتے اڑن چھو ہو جاتے ہو۔"

"بس دوستوں میں مصروف تھا۔" وہ بستر سے اتر آیا۔ "آپ بیٹھیں نا۔"

ریکا آگے چلی آئی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ آج سفید کرتا

شلوار میں وہ ہمیشہ سے زیادہ اچھی اور نکھری نکھری لگ رہی تھی۔ اس نے بڑا سا دوپٹا شانوں پر پھیلایا ہوا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے بالوں کی اونچی سی پونی بنائی ہوئی تھی۔ عامر اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

"کہاں گم ہو گئے ہو؟" اس نے عامر کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"نہیں کہیں نہیں۔" اس نے پلکیں جھپکائیں۔

"میں بہت سخت ناراض ہوں تم سے۔ دادو مجھ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتی رہیں لیکن تم نے مڑ کر میری خیریت تک دریافت نہیں کی۔"

"آپ کی خیریت دریافت کرنے کے لیے آپ کے منگیتر جو گئے ہیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"ایزد؟" وہ ہنسی: "ہاں مگر ان دنوں ایزد نہ ہوتا تو میرا جینا تو تمہاری دادو نے مشکل کر دیا تھا۔ اوپر سے تم بھی غائب تھے کہ کوئی اچھی سی ترکیب ہی معلوم ہو جاتی۔ کام سے بچنے کی اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ انہوں نے آرڈر دے دیا کہ اب میں انہیں جینز اور برمودا وغیرہ میں دکھائی نہ دوں۔ اُف عامر قسم سے میرا تو جینا ہی محال کر دیا تھا انہوں نے۔ وہ تو شکر ہوا کہ کل امی جان اور ابو جان لوٹ آئے ورنہ اگر یہ صورتحال ایک آدھ دن تک اور برقرار رہتی تو امی ابو کو وہاں میرے انتقال پر ملال کی خبر ملتی۔ میں تو کل رات امی جان کے ساتھ ہی سوئی تھی۔ ظالم تو وہ بھی ہیں لیکن تمہاری دادو جتنی نہیں۔ کبھی کبھار ہی سہی لیکن امی کو مجھ پر ترس تو آ جاتا ہے نا۔ تمہاری دادو تو بہت جلاد قسم کی ہیں۔ اور پتا ہے انہوں نے مجھے اور کیا کیا آرڈر دے رکھے تھے؟ نہیں پتا نا۔ میں بتاتی ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں ایزد سے بھی نہ ملا کروں۔ اب ہم دونوں ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے نہ ملیں۔ بھلا ایسے بھی کبھی ہو سکتا ہے؟ نہیں ہو سکتا نا۔ لیکن تمہاری دادو تو مصر تھیں۔ کہہ رہی تھیں کہ شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو ملنا جلنا نہیں چاہیے ورنہ لڑکی کا رنگ روپ ختم ہو جاتا ہے۔ تو بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔"

پھر وہ عامر کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے بولی۔ "تم بھی تو کچھ بولو۔ کیا سارا وقت میں ہی بولتی رہوں گی۔"

"آپ سانس لینے کے لیے بھی تو نہیں رکیں کہ مجھے کچھ کہنے کا موقع مل سکے۔" وہ ہنسا۔

"عامر واقعی میں بہت بولتی ہوں کیا؟"

"آپ کی آواز اتنی اچھی ہے کہ آپ گھنٹوں بولتی رہیں تب بھی کوئی بور نہیں ہو سکتا۔"

"سچ؟" وہ خوش ہو گئی۔

"بالکل سچ۔"

"ایزد کی خالہ کی وفات سے ایک گڑبڑ ہو گئی ہے۔" وہ بولی۔

"کیسی گڑبڑ؟"

"اب ہماری شادی لیٹ ہو گئی ہے۔"

"سچ؟" عامر خوشی سے چیخا۔

"ہاں لیکن تم کیوں اتنے خوش ہو گئے ہو؟" ریکا نے اسے گھورا۔

"میں؟" عامر کو یکدم اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن بات بنا لینے میں تو اسے کمال حاصل تھا: "میں اس لیے خوش ہوا ہوں کیونکہ آپ کے یہاں رہنے سے رونق رہتی ہے۔ آپ چلی گئیں تو بہت پھیکا پھیکا لگنے لگے گا سب کچھ۔"

"ہائے عامر تم کتنے اچھے ہو۔" وہ ہنسی: "اور تمہیں ایک مزے کی بات بتاؤں۔"

"بتائیں۔"

"میں نے بہت مشکل سے امی جان سے جاب کرنے کی اجازت بھی لے لی ہے۔ ویسے امی کو جاب کرنے پر تو اعتراض نہیں تھا لیکن وہ چاہتی تھیں کہ میں گھر کے کام کاج سیکھ جاؤں اس لیے اجازت نہیں دے رہی تھیں لیکن ابو جان زندہ باد۔ انہوں نے اجازت دلوا ہی دی۔ اور پوچھو مجھے کہاں جاب ملی ہے؟"

"کہاں؟"

"تمہارے اسکول میں۔"

"رئیلی؟"

"ہاں۔"

"ہُرّا۔" عامر نے تکیہ ہوا میں پھینک کر ڈھیروں ڈھیر نعرے لگانے شروع کر دیے۔

"اُف میرے کان کے پردے پھاڑنے کا ارادہ ہے کیا؟" ریکا نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔

"آپ نے خبر ہی ایسی سنائی ہے۔"

"ویسے میں صرف جونیئر سیکشن کو ہی پڑھاؤں گی کیونکہ تمہارے پرنسپل کا خیال ہے کہ اگر میں بڑی کلاسوں میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گھس گئی تو لڑکے یقین ہی نہیں کریں گے کہ میں پڑھانے آئی ہوں اور جب لڑکیوں کے اسکول میں لڑکے یہ یقین نہ کریں تو پرابلم پیش آ سکتی ہے۔"

"ہمارے ڈینجر ماؤس (DANGER MOUSE) کا کیا کہنا۔ اسے کیا پتا ہے کہ جو ہم جیسے لڑکے ہوتے ہیں وہ سب سے زیادہ عزت کرتے ہیں خواتین کی۔ باقی تھوڑا بہت شغل میلہ تو چلتا ہی رہتا ہے لیکن بدتمیزی ہرگز نہیں۔"

"یہ ڈینجر ماؤس کون ہے؟"

"ہمارا پرنسپل۔" عامر آرام سے بولا۔

"کتنے بدتمیز ہو تم۔ ایسے کہتے ہیں استادوں کو کیا؟"

"استاد بھی تو استاد بن کر دکھائیں۔ جو صحیح استاد ہیں انہیں ہم کبھی ایسے نہیں کہتے۔"

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔ شاید اینڈ بھی آ جائے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسکول پہنچ کر جب عامر نے یہ خبر اپنے دوستوں کو سنائی تو اسد نے افسوس سے سر ہلایا۔ "خوامخواہ خوش ہو رہے ہو۔ اب ان پر جب تمہارے تمام پول کھلیں گے تب وہ ضرور ہی تمہاری محبت میں مبتلا ہو جائیں گی۔"

"ان کے سامنے میں بھی انسان بن کر رہوں گا اور تم لوگوں کو بھی ایسے ہی رہنا ہوگا۔"

"چھوڑ و بھی عامر، یہ مجلس بار دوم میں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ ہاتھ کچھ نہیں آتا بندے کی عزت سادات بھی جاتی رہتی ہے۔" فہد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میدان وفا دربار نہیں یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں
عاشق تو کسی کا نام نہیں کچھ عشق کسی کی ذات نہیں
گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں۔"
عامر بولا۔

"اب اسے عقل کی کوئی بات سمجھاتا بیکار ہے۔" فہد نے کہا۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے، چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔" سعید ہنسا۔

"یعنی؟" عامر نے اس کی جانب سوالیہ انداز سے دیکھا۔

"یعنی کیمسٹری کی کلاس میں نہ سہی کسی نہ کسی پیریڈ میں تو کوریڈور سے کسی حسینہ کی ہیل کی آواز آئے گی، تب اس نے بھی سب کے ساتھ 'دائیں پھر' نہ کہا تو میرا نام سعید نہیں۔"

اور پھر سعید کو اپنی بات ثابت کرنے کے لیے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اردو کی کلاس میں سر بہت رقت آمیز انداز میں بہادر شاہ ظفر کی غزل کی تشریح کروا رہے تھے۔

"یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا
یا میرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا"

سر کہہ رہے تھے۔ "بہادر شاہ ظفر کے حالات زندگی میں آپ کو بیان کر چکا ہوں۔ اس شعر میں وہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔"

کلاس کے لڑکے بیزاری سے جمائیاں لینے لگے۔

"سر ابھی تک ۱۸۵۷ء کی لکیر کیوں پیٹے جا رہے ہیں۔" سعید نے منہ پھاڑ کر جمائی لی۔

"حالانکہ ۱۹۹۲ء میں بھی کوئی کم اچھے شاعر تو نہیں پائے جاتے۔" عامر بولا۔ "مثلاً اگر سر بہادر شاہ ظفر کے ان شعروں کی بجائے اس شعر کی تشریح کروائیں تو کیا ہم خوشی خوشی اردو کی کلاس نہ اٹینڈ کریں۔"

"کس شعر کی؟"

"بے وفا دوست سے اچھا ہے سگریٹ
دل کر جلاتا ہے، لبوں پہ تو آتا ہے"

"واہ واہ۔"

لیکن ابھی لڑکوں کی واہ واہ ان کے منہ ہی میں تھی کہ کوریڈور سے ہیل کی ٹک ٹک کی آواز آئی۔

"دائیں پھر۔"

اور اس کے ساتھ ہی ان سب کے منہ دائیں طرف کھڑکی کی جانب مڑ گئے۔ ہیل کی ٹک ٹک قریب آتی جا رہی تھی اور اور پھر کھڑکی کے سامنے سے ربیکا گزرتی چلی گئی۔

"اوئے ربیکا!" عامر کے منہ سے نکلا اور پھر اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے سعید اور فہد کے سر گردن سے پکڑ کر پیچھے کر دیے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے پیچھے؟" سر کی کڑک دار آواز گونجی۔

"آج اچانک ہی تمہاری ساری کلاس کو کیا ہو گیا تھا؟" شام کو ربیکا نے عامر سے پوچھا۔

"دائیں پھر ہو گیا تھا۔"

"بہت فضول لوگ ہو تم۔ اپنی عمر دیکھو اور اپنی حرکتیں دیکھو۔"

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم نے تو بس آپ کا دل رکھنے کے لیے ایسے کیا تھا ورنہ بیسیوں لڑکیاں صبح و شام ہمارے آگے پیچھے پھرتی ہیں اور ہمیں فرصت تک نہیں ہوتی انہیں دیکھنے کی۔"

"منہ دھو رکھو۔ اتنی فالتو نہیں رہتیں لڑکیاں کہ صبح و شام تم جیسے لڑکے کے پیچھے پھرتی رہیں۔ تم میں رکھا ہی کیا ہے سوائے تھوڑی بہت اسمارٹنس کے۔ کچھ بن جاؤ تب باتیں کرتے اچھے بھی لگو گے۔ نری اسمارٹنس پر کوئی احمق لڑکی ہی پھسلے گی۔"

"دیکھیں دیکھیں، مجھے چیلنج مت کریں۔" عامر چلایا۔

"جاؤ جاؤ۔" ربیکا نے اس کا مذاق اڑایا۔ "اتنی بے وقوف نہیں ہیں یہاں کی لڑکیاں۔ یہاں تمہاری دال نہیں گلے گی۔"

"اور اگر دال کیا گوشت تک گلا کے دکھا دیا پھر؟"

"پھر بھی کوئی خرچ نہیں لگے گا کیونکہ تم ٹھہرے کنگلے اور بانا تو تمہیں ہے ہی۔ مجھے تمہارے بچپنے پر ترس آ رہا ہے۔"

"میرا بچپنا۔" وہ اور زور سے چلایا۔ "میں اب بڑا ہو گیا ہوں بلکہ کافی عرصے سے بڑا ہو چکا ہوں۔ اس وقت میرا بچپنا نہیں عین عالم شباب ہے۔"

ربیکا زور سے ہنس پڑی۔ "چونکہ یہ تمہارا عین عالم شباب ہے اس لیے تم خطرناک ہوتے جا رہے ہو اور ابھی حمیرا نے مجھ سے پڑھنے کے لیے آنا ہے اس لیے تم یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔"

"حمیرا؟ کون حمیرا؟"

"تمہیں اس سے مطلب؟"

"مطلب تو ہے۔ آپ کا وہ وقت جو پہلے آپ مجھ سے باتیں کرنے میں گزارتی تھیں اب روز بروز اس پہ نئے لوگ قبضہ کرتے جا رہے ہیں۔ کبھی آپ کا وہ منگیتر آ جاتا ہے اور کبھی یہ حمیرا۔ میں بالکل یہ بات برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تم تنے جل بھن کیوں رہے ہو۔" وہ ہنسی۔ "کم از کم ایزد کے آنے پر تمہیں بالکل نہیں جلنا چاہیے۔"

"میں جلتا نہیں بالکل کباب ہو جاتا ہوں۔" اس نے دانت کچکچائے۔

"کباب نہیں ہوتے، کباب میں ہڈی ہو جاتے ہو۔" ربیکا نے اپنی ہنسی دبائی۔

حمیرا کے آنے پر بھی عامر اپنی فزکس کی کتاب تھامے وہیں براجمان رہا۔ ربیکا حمیرا کو پڑھا رہی تھی اور وہ کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اورنج کلف لگے کرتے اور سفید شلوار میں وہ ریشم کی طرح کھلی کھلی اور فریش لگ رہی تھی۔ اس کے شانوں پر پھیلے ہوئے سفید دوپٹے سے ہلکی ہلکی ہوا اٹکھیلیاں کرتے ہوئے CHANNA NO.5 کی خوشبو پورے کمرے میں پھیلا رہی تھی۔ اورنج رنگ کے بینڈ میں بندھے ہوئے اس کے ریشمی بالوں کو بھی ہولے ہولے چلنے والی ہوا نے ایک خوبصورت سی بے ترتیبی دے دی تھی۔ عامر کو ہر روز وہ پہلے سے زیادہ حسین دکھائی دیتی تھی۔

"کاش درمیان میں ان کا وہ منحوس صورت منگیتر نہ ہوتا۔ پتا نہیں وہ کم بخت انہیں کیسے پسند آ گیا۔ ہے کیا اس میں سوائے اس کے کہ اس کا قد لمبا ہے اور ہے بھی وہ اسمارٹ۔ خود ہی تو کہتی ہیں ربیکا جی کہ نری اسمارٹنس پر کوئی احمق لڑکی ہی پھسلے گی۔ میرا خیال ہے کہ اسے پسند کرنے کی واحد وجہ یہ ہے کہ اس کے کندھے پر تین پھول ہیں۔ لیکن بھلا کندھے پر تین پھول لگا لینے سے وہ ان کا حقدار کیسے بن سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے وہ ان سے اتنی بے تحاشا محبت نہ ابھی کرتا ہے اور نہ کبھی کر سکتا ہے جتنی محبت میں ان سے کرتا ہوں۔ ایک ہی کمی ہے ناں مجھ میں کہ میں ذرا دیر بعد پیدا ہوا ہوں ان سے اور میرے کندھے پر پھول بھی نہیں ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں ربیکا سے محبت نہیں کر سکتا یا میں ان کی محبت کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ قدرت کی یہ کیسی ستم ظریفی ہے۔" وہ ربیکا کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے عامر۔" وہ حمیرا کے جانے کے بعد اس پر برس پڑی۔ "مذاق اپنی جگہ لیکن میں یہ بے ہودگی ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔"

"کون سی بے ہودگی؟" اس نے حیرت سے ربیکا کی جانب دیکھا۔

"تم مسلسل گھور رہے تھے حمیرا کو۔ وہ کیا تاثر لے کر گئی ہوگی یہاں سے۔"

"اُف۔" عامر نے اپنا سر پیٹ لیا۔ "میں کب گھور رہا تھا اسے۔"

"مجھے بہت بری لگی ہے تمہاری یہ حرکت نہ اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ماتھے پر تیوریاں تھیں۔ "تمہاری تمام تر الٹی سیدھی حرکتوں کے باوجود میں تمہیں بہت بیچارہ سا سمجھتی تھی لیکن آج تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔"

"کمال کرتی ہیں آپ، میں آپ کو اتنا ہی پاگل اور حسن جمال سے عاری دکھائی دیتا ہوں کہ آپ کی اس حمیرا کو گھورتا رہتا۔ اسے تو ایک نظر دیکھ کر بندے کا بھاگ جانے کو دل کرتا ہے۔ وہ آپ کو ایسی چیز لگتی ہے جسے گھورا جائے۔ لاحول ولا قوۃ۔ مجھے یقین ہے کہ اگر بوتوں کے سر پر سینگ ہوتے تو وہ بارہ سنگھا ہوتی اور مجھے بارہ سنگھوں کو گھورنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔"

"باتیں تم خوب بنا لیتے ہو لیکن اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ اب تمہاری باتوں پر یقین بھی کر لوں۔ تم نے پھر ایسی حرکت کی تو میں ساری زندگی تم سے بات نہیں کروں گی۔"

"ریکا جی!" اس نے حیرت اور افسوس کے ملے جلے لہجے میں کہا پھر ایک لمحے کے توقف سے بولا۔ "آپ نے غلام عباس کی کہانی چتلی بائی پڑھی ہے؟"

"نہیں۔ اور تم بات موڑنے کی کوشش مت کرو۔"

"وہ پڑھ لینا۔" عامر کمرے سے باہر نکل گیا۔

عامر کے نکلتے ہی ایزد کمرے میں داخل ہوا۔

"پڑھ لیا؟"

"ہاں۔ لیکن تم کب آئے؟" وہ اسے دیکھ کر خوش ہو گئی۔

"کافی دیر ہو گئی ہے۔" وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

"تم مصروف تھیں۔"

"مصروفیت کی ایسی کی تیسی۔ تمہارے لیے میں ہر مصروفیت چھوڑ سکتی ہوں۔" وہ صوفے کے سامنے رکھی ہوئی میز پر بیٹھ گئی۔

"یہ عامر چتلی بائی کا کیا تذکرہ کر رہا تھا؟" اس نے یونہی سرسری انداز میں پوچھا۔

"کوئی کہانی ہے غلام عباس کی، وہ پڑھنے کے لیے کہہ رہا تھا۔"

"ہوں۔" پھر قدرے توقف سے وہ بولا۔ "تم نے پڑھی ہوئی ہے وہ کہانی؟"

"نہیں۔" ریکا لاپروائی سے بولی۔

"اتفاق ہے کہ میں نے پڑھ رکھی ہے۔"

"اچھا، تم کیا بور باتیں کرنے لگے ہو۔ چلو اٹھو باہر ٹہلتے ہیں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سنو گی نہیں وہ کہانی؟"

"اتنے اچھے موسم میں تم میرے علاوہ کسی کے متعلق بات کرو، یہ مجھے گوارا نہیں ہے۔ خواہ وہ کسی کہانی کا کوئی کردار ہی کیوں نہ ہو۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ یہ ضروری ہے۔"

"تم تو سیریس لگ رہے ہو اور پتا ہے ایزد جب تم سیریس ہوتے ہو ناں تو میرا دل ڈوبنے لگتا ہے۔"

"اونہوں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ چلو اٹھو باہر چہل قدمی کرتے ہوئے بات کر لیتے ہیں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر تم وہ کہانی سنانے پر مصر ہی ہو تو پلیز اسے جلدی سے سنا دو تاکہ پھر ہم کوئی زیادہ دلچسپ باتیں کر سکیں۔" وہ لان میں ٹہلتے ہوئے بولی۔

"ہاں تو۔" ایزد نے کہا۔ "وہ کہانی ایک ایسے بچے کے متعلق ہے جسے نو برس کی عمر میں عشق ہو گیا تھا۔"

"نو برس کی عمر میں عشق؟" ریکا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں اور وہ عشق اسے چتلی بائی سے ہوا جو ایک تھیٹر کمپنی میں کام کرتی تھی۔ اس بچے نے کبھی چتلی بائی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ بس اسے دور سے دیکھتا رہتا تھا۔ اس کا یہ جذبہ اتنا مضبوط تھا کہ جب تھیٹر کمپنی وہاں سے کسی دوسرے شہر میں چلی گئی تو وہ کتنے دن تک بیمار رہا۔"

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نہیں مان سکتی۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔" ایزد زور دے کر بولا۔

"اچھا، پھر آگے کیا ہوا؟"

"پھر وہ لڑکا بمشکل تمام ٹھیک تو ہو گیا اور پھر پندرہ برس تک اس کی چتلی بائی سے کوئی ملاقات بھی نہیں ہوئی لیکن اس کے جذبے کی شدت ویسی ہی رہی۔ گو کہ ان پندرہ سالوں میں اسے صبر آ گیا تھا۔ پھر ایک بار وہ اپنے ایک دوست کے پاس ہل اسٹیشن پر گیا۔ وہاں سیر کرتے کرتے ایک دن اسے اپنے بچپن کی محبوبہ دکھائی دی۔ اس کے ساتھ ایک خوبصورت نوجوان لڑکی بھی تھی۔ وہ چتلی بائی کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا اور بے اختیار اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اور پھر تین دن تک وہ مسلسل یہی حرکت کرتا رہا۔ چتلی بائی اور وہ نوجوان لڑکی سیر کو نکلتیں اور وہ لڑکا ان کے پیچھے چلنے لگتا۔

تیسرے دن جو اس کے پہاڑ پر قیام کا آخری دن تھا اس دن وہ جی بھر کے اپنی محبوبہ کا دیدار کرنا چاہتا تھا۔ اس دن۔۔۔ وہ تمام تر احتیاط بالائے طاق رکھتے ہوئے بالکل ان کے قریب قریب چلنے لگا۔ اس وقت وہ ایک عجیب سے عالم میں چلتا جا رہا تھا۔ جب اچانک ایک موڑ پر وہ پیچھے مڑ کر اسے گھورنے لگی۔ وہ نہایت غصے میں تھی اور پھر پتا ہے اس نے اس لڑکے سے کیا کہا؟"

"کیا کہا؟" ریکا نے بے تابی سے پوچھا۔

"اس نے کہا کہ بدمعاش تو میری بیٹی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آئے گا۔ میں تجھے پولیس کے حوالے کر دوں گی۔" ایزد نے بتایا۔

"ہائے۔" ریکا نے لمبی سی ہائے کر کے افسوس میں سر ہلایا۔ "پھر کیا ہوا؟"

"پھر؟" ایزد کا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔ "پھر کہانی ختم ہو گئی۔"

"ختم ہو گئی؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "ہاں ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ادبی قسم کی کہانیاں اچانک شروع ہو کر اچانک ہی ختم ہو جاتی ہیں لیکن بھلا یہاں اس کی کیا تک تھی؟"

"تک تھی۔" وہ بولا۔ "کبھی اپنی عقل بھی استعمال کر لیا کرو۔"

"یعنی؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ "میں نے اسے حمیرا کو گھورنے سے منع کیا تھا اور۔" اس نے بات درمیان میں چھوڑ دی۔

"ہاں، اس کا مطلب ہوا؟" ایزد بولا۔ "یعنی وہ تم سے محبت کرنے لگا ہے۔"

"کیسی بے ہودہ بات کر رہے ہو تم۔ کچھ تو شرم کرو۔ میں تمہاری منگیتر ہوں۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ نہیں ہو بلکہ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ تم میری منگیتر ہو۔ میں تو صرف یہ بتا رہا ہوں تمہیں کہ وہ تمہاری محبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"مجھے بالکل غلط فہمی نہیں ہوئی۔"

"ایک تو وہ ابھی بچہ ہے اور اس کی مذاق کرنے کی عادت ہے۔ وہ صرف مذاق کر رہا تھا۔" ریکا چلتے چلتے رک گئی۔

"تم نے کبھی محسوس نہیں کی یہ بات؟"

"بالکل نہیں کیونکہ میں عامر کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ صرف مذاق کرتا ہے لیکن ایسے کہ اس پر حقیقت کا گمان ہونے لگے۔"

"حیرت ہے۔" ایزد بولا۔ "یہ بات تو میں اسی دن سمجھ گیا تھا جب میں نے پہلی مرتبہ اسے دیکھا تھا۔"

"ایزد پلیز ایسی بات نہ کرو۔ میں تو اسے بالکل چھوٹے بھائی کی طرح سمجھتی ہوں۔ میں نے کبھی ایسے نہیں سوچا۔ میں تو صرف تم سے محبت کرتی ہوں ایزد، قسم لے لو چاہے۔"

"اوہو، میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم اس سے محبت کرتی ہو۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ تم سے محبت کرنے لگا ہے۔"

"تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اس کے ذرا سے مذاق کا تم نے بتنگڑ بنا لیا ہے۔ میں اس سے کم از کم پانچ چھ سال بڑی ہوں۔ وہ کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔" وہ جھلا گئی۔

"نہ مانو، ورنہ میرا دماغ خراب نہیں ہے۔ اب میں اتنا بچہ نہیں ہوں کہ اس کے تاثرات اور باتوں کے انداز سے اتنی چھوٹی سی بات نہ سمجھ سکوں۔ میں بھی اس عمر سے گزر چکا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ مذاق کی حد کہاں ختم ہوتی ہے اور سنجیدگی کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے۔"

"تو گویا یہ تمہارے تجربات ہیں جنہیں تم عامر پر ٹھونسنے کی کوشش کر رہے ہو۔ وہ اتنا سویٹ اور بے ضرر سا لڑکا ہے۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنے سے بچے سے بھی جلنے لگو گے۔ حالانکہ اگر جلنے کا حق ہے تو مجھے ہے۔ وہ تمہاری سی او کی سالی تم پر ڈورے ڈال رہی تھی اور وہ بھی میری ان دو آنکھوں کے سامنے اور تم، ایزد تم، اس سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ دو منٹ میں میرا دو سیر خون تو جل گیا تھا۔"

"تم بات کو کہاں تک لے جاتی ہو۔ اس وقت سی او کی سالی درمیان میں کہاں سے آ گئی۔"

"ہائے ایزد تم نے تو خواہ مخواہ ہی مجھے پریشان کر دیا ہے۔" وہ واقعی پریشان ہو چکی تھی۔ "اگر تم کہو تو میں تمہاری تسلی کے لیے اس سے ملنا چھوڑ دیتی ہوں۔"

"اونہوں، اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ ہنس پڑا۔ "میں تمہاری طرح دو منٹ میں دو سیر خون نہیں جلاتا۔ یوں بھی عامر بے چارے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم ہو ہی ایسی کہ کوئی بھی تمہیں دیکھ کر پاگل ہو سکتا ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" اس نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"اور ہاں تم ابھی میرے ساتھ لبرٹی چل سکتے ہو؟"

"ابھی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں ابھی۔"

"ہوں چلتے ہیں۔ میں کار کی چابی لے آؤں اندر سے۔"

عامر اپنے کمرے کی کھڑکی میں بیٹھا ریکا اور ایزد کو لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"پتا نہیں ریکا میری بات سمجھی بھی ہیں یا نہیں۔ مشکل ہی سے کان کی کھوپڑی آئی ہو۔ انہیں اس خبیث انسان کے سامنے کوئی دوسرا دکھائی ہی نہیں دیتا۔ کاش اللہ تعالیٰ مجھے چند سال پہلے پیدا کر دیتا، تب میں بھی کندھے پر تمیں جھول بجلی جب ان کے سامنے جاتا تو پھر دیکھتا کہ وہ ایزد کی جانب کیسے متوجہ ہوتی ہیں۔"

"بہت اچھا کپل ہے۔ واہ واہ۔"

عامر کو اپنے کان کے پاس فہد کی آواز آئی تو وہ اچھل ہی پڑا۔

"تم کب نکلے؟"

"ابھی ہی آیا ہوں تمہاری دادو سے بچتا بچاتا۔" وہ بولا۔

"چلو اتھو لبرٹی چلنے کا پروگرام ہے۔"

"یار میرا تو بالکل موڈ نہیں ہے۔" وہ بیزاری سے بولا۔

"کیسے نہیں ہے تمہارا موڈ۔ فوراً اٹھو۔" اس نے عامر کو بازو سے کھینچا۔ "میں اتنی مشکلوں سے آیا ہوں۔ پہلے ہم نے تمہیں فون کیا۔ وہ غلطی سے تمہاری دادو نے اٹھایا اور پھر انہوں نے اتنا ڈانٹا، اتنا ڈانٹا کہ کیا بتاؤں۔ دوسری طرف تمہیں لینا بھی ضروری تھا اس لیے ابھی ہم نے جیپ شیرپاؤ برج کے قریب کھڑی کی ہوئی ہے اور میں تمہیں لینے کے لیے پچھلی دیوار پھلانگ کر آیا ہوں۔ اٹھو بھی اب۔" اس نے پھر اسے گھسیٹا۔ "دیدار یہ بعد میں کرتے رہنا۔ کچھ میری اس محنت مشقت کا ہی خیال کر لو۔ میں تمہاری دادو سے نظر بچا کر آیا ہوں۔ میڈل چاہے نہ دو لیکن لبرٹی تو چلو۔ اور اُدھر دیکھو وہ دونوں بھی گھر کے اندر جا رہے ہیں۔ اب کھڑکی میں ٹک کر بیٹھنا بیکار ہے۔ میرے ساتھ چلو، ایک سے ایک لڑکی دکھاؤں گا۔ بھول جاؤ گے تم اپنی ریکا جی کو۔"

"بکواس کیے جاؤ گے۔" عامر اٹھ کھڑا ہوا۔ "ویسے میرا بالکل موڈ نہیں ہے جانے کا۔"

"تم چلو تو۔" وہ اسے گھسیٹ لایا۔

پیسرا ڈائز پر کون کھاتے ہوئے اسد کو اچانک خیال آیا۔ "مجھے اسکواش کا ریکٹ بھی لینا تھا۔"

"تو لے لو۔" سعید بولا۔

"چلو یار گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔" اسد نے کہا تو وہ سب اچک کر اس کی اوپن ٹاپ جیپ میں چڑھ گئے۔

شیزان کے سامنے جیپ پارک کرتے ہوئے عامر کی نظر ایزد کی سیاہ سوزوکی پر پڑی۔

"یہ خبیث یہاں کیا کر رہا ہے؟" اس نے گویا خود سے پوچھا۔

"کون خبیث؟"

"ریکا کا منگیتر۔" عامر کی نظریں اس کی کار پر لگی ہوئی تھیں جو اس وقت خالی تھی۔

"شاپنگ کرنے آیا ہوگا۔" فہد نے کہا۔

"مجھے تو لگتا ہے لڑکیاں تاڑنے آیا ہوگا۔ شکل سے ہی ایسا لگتا ہے وہ۔" عامر بولا۔ "تم لوگ جاؤ میں یہیں ٹھہرتا ہوں۔ ذرا دیکھوں تو کہ مسٹر کہاں پھر رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔"

"اچھا پھر تم یہیں ٹھہرو۔ ہم بیسمنٹ سے ہو آتے ہیں۔" اسد اترا۔

سعید اور فہد بھی چھلانگ لگا کر اتر گئے۔ انہیں گئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ شیزان کا دروازہ کھول کر ایزد اور ریکا باہر نکلے۔

"او ہو، میرا اندازہ غلط نکلا۔" اسے اپنے اندازے کے غلط ہو جانے پر سخت افسوس تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو عامر؟" کار کے قریب پہنچ کر ریکا کی نگاہ اوپن ٹاپ جیپ میں بیٹھے ہوئے عامر پر پڑی۔

"میں دوستوں کے ساتھ آیا ہوں۔" اس نے نیچے اتر کر رسماً ایزد سے ہاتھ ملایا۔

"کن دوستوں کے ساتھ؟" ریکا نے جرح کی۔

"میرے کلاس فیلوز ہیں۔"

"اور یقیناً وہ تمہارے ہم عمر ہوں گے۔"

"بالکل۔"

"اور ابھی ان میں سے کسی کے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہیں ہوگا۔"

"ظاہر ہے۔ ویسے جیپ وہ نہیں میں ڈرائیو کر رہا ہوں۔" اس نے رعب جمانے کے لیے کہا۔

"اسی کی کسر رہ گئی تھی کہ اب قانون بھی توڑو۔" ریکا اس پر برس پڑی۔ "تمہارے جیسے پاگلوں نے نہیں بنایا قانون۔ اس کی کوئی وقعت، کوئی اہمیت ہوتی ہے۔ تم جیسے لوگ

ٹریفک پرابلمز بنتے ہیں سب کے لیے۔"

"سارا جہان بغیر لائسنس کے چلاتا ہے کچھ نہیں ہوتا اس سے۔"

"کچھ نہیں ہوتا؟" وہ حیرت سے بولی۔ "اگر سارا جہان کنویں میں چھلانگ لگا دے تو تم بھی بلا سوچے سمجھے پیچھے کود جاتا ان کے۔ برائی یا غلط کام کے عام ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ برائی یا غلط کام ہی نہیں رہا۔"

"تم کیوں ڈانٹ رہی ہو اسے۔" ایزد نے کہا۔ "اس کی مرضی ہے وہ جو بھی چاہے کرے تمہیں کیا؟"

ایزد کی بات سن کر عامر غصے سے پیچ و تاب کھانے لگا۔ "یہ کیوں میرے اور ریکا کے درمیان بول رہا ہے۔" اس نے سوچا۔

"ابھی اتنا برا نہیں ہوا یہ کہ اپنی مرضی چلاتا پھرے۔ چلو عامر بیٹھو اس کار میں۔" ریکا اس کی سوچ سے بے خبر بولی۔

"لیکن میرے دوست۔"

"بھاڑ میں گئے تمہارے دوست۔ انہوں نے ہی تمہیں خراب کیا ہے۔ مجھے نظر تو آجائیں کہیں۔ طبیعت صاف کرتی ہوں ان جیسے دوستوں کی۔ تم فٹافٹ کار میں بیٹھو۔"

"لیکن جیپ کی چابی میرے پاس ہے اور۔"

اس کی بات منہ میں ہی تھی کہ ریکا نے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چابی چھین کر ایزد کو پکڑا دی۔

"ایزد پلیز یہ چابی اس کے دوستوں کو دے آؤ اور ساتھ ہی انہیں ذرا ڈانٹ بھی آنا۔"

"مجھے کیا معلوم اس کے دوست کون ہیں اور کہاں ہیں۔" وہ جھنجھلا گیا۔

"کہاں ہیں تمہارے دوست عامر؟"

"وہ بیسمنٹ میں کھیلوں کے سامان کی دکان پر ہیں۔"

"بیسمنٹ کی دکان پر ہیں۔" ریکا نے ایزد کو اس طرح اطلاع دی جیسے اس نے عامر کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"میں انہیں کب پہچانتا ہوں۔" ایزد نے اپنی جھنجھلاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"اسی جیسے ہوں گے لیکن نہیں یہ بہتر ہے ان سے۔ جہاں دو چار آوارہ لفنگے نظر آجائیں انہیں چابی دے کر اور ڈانٹ کر آجانا۔"

ایزد قہر آلود نگاہ سے عامر کو دیکھتا ہوا مڑ گیا۔

"چلو تم بیٹھو کار میں۔" ریکا نے اسے کار میں دھکیلا۔ "دیکھو عامر! اب کے وہ سمجھانے والے انداز میں بولی۔ "سڑک پر جگہ جگہ پولیس نے ناکے لگائے ہوئے ہیں۔ ایک تو یوں بھی انسان میں سینس آف ڈسپلن ہونا چاہیے اور پھر اگر پولیس کی تم پر نگاہ پڑ گئی تو بند کر دینا ہے انہوں نے تمہیں اندر۔ کتنی بری بات ہوگی یہ۔"

"ویسے تو اس کے چانسز نہیں ہیں۔ کیونکہ اسد کے بابا جان بہت طاقتور ہیں، ڈی آئی جی ہیں اور یہ جیپ اسی کی ہے۔ پھر ہمارے پاس خاص خاص لوگوں کے خاص خاص کارڈز تو ہمیشہ پڑے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی اگر کسی کو ایمانداری دکھانے کا شوق ہے تو میرا خیال ہے کہ یہ تجربہ بھی کر دیکھنا چاہیے۔ کیوں کیسا رہے گا؟"

"خبردار جو تم نے پھر ایسی بات کی۔ میں نے تمہارا سر پھاڑ دینا ہے۔ تم جیسے لڑکے ہی معاشرے کو اوپر سے نیچے تک تلپٹ کر کے رکھ دیتے ہیں۔" پھر اچانک اس کی نگاہ غبارے بیچنے والے پر پڑی: "کتنے اچھے غبارے ہیں اس کے پاس۔ ہیں ناں عامر؟"

"آپ کو اچھے لگ رہے ہیں؟"

"ہیں ہی اتنے اچھے۔"

عامر بغیر مزید کوئی بات کیے کار کا دروازہ کھول کر دوڑتے ہوئے غبارے والے کے پیچھے بھاگا۔

"عامر!" وہ پیچھے سے چلائی لیکن اس نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا اور تھوڑی ہی دیر میں ایک بہت بڑا غبارہ اٹھائے واپس پلٹ آیا۔

"یہ میری طرف سے تحفہ۔" اس نے غبارہ ریکا کو پکڑا دیا۔

"تم کتنے اچھے ہو عامر!" وہ بے حد خوش تھی۔ "ویسے میرا مطلب یہ نہیں تھا لیکن تم پھر بھی لے آئے۔ بہت شکریہ۔" وہ ہنستے ہوئے سبز غبارے کے لیے کار میں جگہ بنانے لگی۔

"یہ ایزد کہاں رہ گیا؟" اس نے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔

"کہیں گم نہیں ہو گئے۔" اس نے کہا پھر دل ہی دل میں بولا۔ "اگر گم ہو جائے تو میں داتا صاحب پر دیگ چڑھاؤں گا۔"

لیکن عامر کے داتا صاحب پر دیگ چڑھانے کی نوبت نہیں آئی اور ایزد آ گیا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے حیرت سے اتنے بڑے غبارے

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی طرف دیکھا۔

"یہ مجھے عامر نے گفٹ کیا ہے۔" وہ جوش سے بولی۔ "اچھا ہے ناں؟"

"اب مجھے ذرا ڈرائیونگ کرتے ہوئے دکھائی کیا دے گا؟" وہ جھلا گیا۔ "کیسے کلیئرنس ملے گی مجھے؟"

"یہ تمہارا مسئلہ ہے۔ میں تمہیں اپنے غبارے کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں بولنے دوں گی۔"

ایزد نے غصے سے اگنیشن میں چابی گھمائی اور تیزی سے کار پیچھے کی۔

"بھولنا مت ابھی ابیچ کریم بخش بھی جانا ہے۔" ریکا نے اسے یاد دلایا۔

وہ کچھ نہیں بولا اور کار ابیچ کریم بخش کے سامنے کھڑی کر دی۔

"اس بے ہودہ سے غبارے کو باہر نکالو اب۔ اس دن کہیں نہ کہیں ایکسیڈنٹ ہوگا گاڑی کا۔"

"ایزد! اگر اس معصوم سے غبارے کو کچھ بھی کہو گے اور میں بتا رہی ہوں تمہیں کہ اگر یہ غبارہ اس کار سے نکلا تو میں بھی اس میں نہیں بیٹھوں گی۔"

"اب اترو بھی۔ جو شاپنگ کرنی ہے جلدی سے کر کے آؤ۔ مجھے کچھ کام بھی کرنا ہے ابھی۔"

"تم نہیں اترو گے؟"

"نہیں، تم جلدی سے ہو آؤ۔"

"میں ساتھ چلتا ہوں۔" عامر جلدی سے اتر گیا۔

"بے ہودہ انسان۔" اس نے سوچا۔ "ذرا خیال نہیں ہے اسے ریکا کا۔ اکیلے بھجوا رہا ہے شاپنگ کرنے۔ اکیلے ہی بھجوانا تھا تو پھر یہاں تک آنے کی بھی بھلا کیا ضرورت تھی۔ خود ریکا بھی تو ذرا اگنور کر لیتی ہیں۔ اور رعب کیسے جھاڑ رہا ہے ان پر۔ بڑا آیا منگیتر۔ دل چاہ رہا ہے تیسی نکال کر ہاتھ میں پکڑا دوں اس کے۔"

دکان میں ریکا کو چیزیں خریدنے کی جلدی پڑی ہوئی تھی۔

"اتنی تیزی کس بات کی ہے؟" عامر نے پوچھا۔

"ایزد بے چارا باہر انتظار کر رہا ہے۔"

"ایئرکنڈیشنڈ گاڑی میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

"ہائے نہیں۔" وہ بولی۔ "انتظار تو انتظار ہی ہوتا ہے ناں اور پھر اسے کچھ کام بھی ہے بعد میں۔ وہ ماند بھی اسی لیے نہیں آیا کہ اگر وہ آ جاتا تو میں وقت کی پروا کیے بغیر ہر کاؤنٹر پر ضرور رکتی۔"

"پھر بھی مجھے ان کی یہ حرکت اچھی نہیں لگی۔"

"کون سی؟" ریکا نے پوچھا۔ اس کا خیال تھا کہ عامر کا اشارہ غبارے والی بات کی طرف ہے۔

"یہ کہ خود تو مزے سے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کو اکیلے بھجوا دیا ہے شاپنگ کرنے کے لیے۔"

"میں کب اکیلی ہوں۔ تم ہو ناں میرے ساتھ۔" اس نے پیکٹ اٹھائے۔ "اور میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ وہ ساتھ ہو تو میں بہت وقت لے لیتی ہوں شاپنگ میں۔"

"میں تو اسی لیے ہوں آپ کے ساتھ کیونکہ مجھے آپ سے..." وہ کہتے کہتے رک گیا پھر جلدی سے بولا۔ "کیونکہ مجھے آپ کا خیال ہے۔ ایک وہ آپ کے منگیتر ہیں جنہیں آپ کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کام وام اور جلدی والی سب بہانے کی باتیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کار میں بیٹھ کر آتی جاتی لڑکیاں دیکھ رہے ہوں گے۔"

"عامر!" ریکا کے لہجے میں تنبیہ تھی۔

"میں ذرا صاف اور سیدھی بات کرتا ہوں۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے۔ تمہیں اس میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب یہ تو نہیں ہو سکتا ناں کہ آپ بحیرہ عرب میں ڈبکی مارنے پر مصر ہوں اور میں آپ کو نہ روکوں کہ یہ میرا نہیں آپ کا مسئلہ ہے۔"

"پہلی بات تو یہ کہ سب سے زیادہ ایزد کو ہی میرا خیال ہے۔ دوسری بات یہ کہ اسے آتی جاتی لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں اور تیسری بات یہ کہ میں اس کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتی۔ لہٰذا اگر بحیرہ عرب میں ڈبکی لگانا اسی کا نام ہے تو تم میری پروا نہ کرنا، مجھے تیرنا آتا ہے۔"

وہ دونوں دکان سے باہر نکل آئے۔ کار کا دروازہ کھول کر ریکا اندر بیٹھتے بیٹھتے رک گئی۔

"میرا غبارہ کہاں گیا؟"

"تم دروازے میں کیوں لٹکی کھڑی ہو۔ اندر بیٹھو۔"

"لیکن میرا غبارہ کہاں گیا؟"

"تم اندر تو بیٹھو۔" ایزد جھلاہٹ سے بولا۔

"تم نے کہیں پھینک دیا ہوگا۔" ریکا نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"باہر کھڑے رہنے کا ارادہ ہے تمہارا؟ بتایا بھی ہے کہ دیر ہو رہی ہے۔"

ریکا چپ چاپ اندر بیٹھ گئی۔ اسے غبارے کا سخت افسوس تھا۔ اس کے منہ سے بات نکلنے کی دیر تھی کہ عامر بھاگ کر غبارہ لے آیا تھا اور ایزد کو پروا ہی نہیں تھی اس بات کی۔ اس نے غبارہ پھوڑ دیا تھا اور اب اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کار کے قالین کے علاوہ اس سیٹ پر بھی بکھرے ہوئے تھے جس پر ریکا بیٹھی تھی۔ گاڑی چل رہی تھی اور وہ خاموشی سے پیچھے بھاگتے ہوئے درخت اور گھر دیکھ رہی تھی۔ پھر اچانک ہی ایزد نے بریک لگائی۔ ریکا اب بھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ ایک دم موتیے کے پھولوں سے کار مہک اٹھی۔ ایزد نے اس کی جھولی میں پھولوں کے ڈھیر سارے گجرے اور ہار ڈال دیے۔

"یہ پہن لینا۔" اور پھر اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔

ریکا اب بھی ویسے ہی بیٹھی رہی۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھا عامر بظاہر کھڑکی سے باہر نظارہ کر رہا تھا لیکن اس کی توجہ ایزد اور ریکا کی جانب تھی۔ جب ایزد نے ریکا کے لیے ڈھیر سارے پھول خریدے تو وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھانے لگا لیکن جب ریکا نے ان پھولوں پر ذرہ برابر توجہ نہیں دی تو اس کا دل چاہا زور سے قہقہہ لگائے۔ غبارہ پھوٹنے کا اسے کچھ زیادہ افسوس نہیں تھا۔ وہ کل ہی اسد کی اوپن ٹاپ جیپ میں اس کے لیے ویسے ہی بیسیوں غبارے لا سکتا تھا۔ اسے افسوس اس بات کا تھا کہ ایزد کی اس حرکت سے ریکا کو دکھ پہنچا ہے۔

اور پھر ایزد تھا جسے عامر کی موجودگی بُری طرح کھٹک رہی تھی۔

"خواہ مخواہ کباب میں ہڈی بنا بیٹھا ہے۔" وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ "اگر یہ نہ ہوتا تو میں ایک منٹ میں ریکا کو منا لیتا۔ اور اسے گجرے پہنوا کر ہی دم لیتا۔ اس وقت تو یوں لگتا ہے جیسے میں نے اسے پھول نہیں دیے لٹھ مارا ہے۔"

گھر پہنچ کر عامر بائے کرتا ہوا دوسری طرف چلا گیا اور ریکا ایزد کا انتظار کیے بغیر تیزی سے اندر چلی گئی۔ جب تک ایزد اندر پہنچا وہ اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ اس کے امی ابو کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ ان سے ایکسکیوز کر کے ریکا کے کمرے میں چلا آیا۔

"اتنا موڈ کیوں بگاڑا ہوا ہے تم نے؟ دیکھو ناں اس غبارے سمیت ڈرائیونگ ناممکن تھی۔ کہیں لگ جاتی گاڑی پھر؟ میں تمہیں بہت سے اور اس سے بہتر غبارے لا دوں گا۔"

بہنوں کیلئے دلکش اور معلومات سے بھرپور کتابیں

مکرامے
قیمت ۱۵ روپے
مکرامے بنانے کے جدید ڈیزائن کے ساتھ ایک بہترین کتاب

پن ورک بھرتی ورک
قیمت ۱۸ روپے
پن ورک اور بھرتی ورک پر اتنی جامع کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی

خاتون کا دسترخوان
قیمت ۱۲ روپے
اچھے اچھے پکوان پکائیں اور گھر والوں اور مہمانوں کی خوب تواضع کریں

حنا کشیدہ کاری
قیمت ۱۲ روپے
کشیدہ کاری کے دلکش ڈیزائن، اتنے ڈیزائن کسی کتاب میں نہیں چھپے

حنا کے رنگ: مہندی کے خوبصورت ڈیزائن، قیمت ۶/-
مہندی کے ڈیزائن: مہندی کے قدیم و جدید ڈیزائن قیمت ۶/-
شادی بیاہ کے گیت: شادی بیاہ کے گانوں کی نئی کتاب قیمت ۶/-
سویٹر بنیئے: بے شمار نمونوں کے ساتھ۔ قیمت ۱۸/-
نشنگ ورق: سویٹر بنانے کی بہترین کتاب قیمت ۱۸/-
آپ کا دسترخوان: کھانے پکانے کی خوبصورت کتاب قیمت ۲۰/-
چائنیز پکوان: چینی کھانے پکائیے، قیمت ۵/-
خوبصورت بنیئے: خوبصورت بننے کے بہت سے راز قیمت ۲۱/-
یہ کتابیں خود استعمال کریں اور سہیلیوں کو تحفہ میں دیں۔ ہر کتاب ... تب ہے
رنگ رنگ کتاب گھر، ۳۔ اردو بازار کراچی فون ...

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ بات نہیں ہے ایزد۔" وہ بولی۔ "میں جانتی ہوں کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس لیے ناں کہ وہ مجھے عامر نے دیا تھا اور تم نے اپنے دماغ میں یہ بات بٹھالی ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرنے لگا ہے۔ تم اس کا چھوٹا سا مذاق بھی برداشت نہیں کرسکے۔ نہ کرو بے شک۔ افسوس تو مجھے اس بات کا ہے کہ تم نے مجھ پر بداعتمادی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

"کیا؟" وہ حیرت سے بولا۔ "میں ہرگز بھی ایسا نہیں کرسکتا، سمجھیں؟"

"تو پھر وہ سب کیا تھا جو تم نے آج کیا؟ تمہارے چہرے پر تمہارے تاثرات درج تھے۔ تمہیں اسے اپنے ساتھ لانا بھی پسند نہیں تھا، اس کے دوستوں کو چابی دینا بھی تمہیں گراں گزرا تھا، اور پھر اس بات پر بھی تمہارا موڈ بگڑا تھا کہ عامر نے مجھے غبارہ گفٹ کیا ہے۔"

"اُف۔" ایزد جھلا اٹھا پھر قدرے توقف کے بعد خود کو پرسکون کرکے بولا۔ "یوں لڑتے رہنے سے نہ تم میری بات سمجھو گی اور نہ میں تمہاری۔ اچھا ہوگا کہ ہم سکون سے بات کریں۔ سب سے پہلے تو تم اپنے ذہن سے اس بےہودہ خیال کو نکال دو کہ مجھے تم پر اعتماد نہیں ہے۔ مجھے تم پر پورا پورا اعتماد ہے اور میں کبھی بداعتمادی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجھے عامر کو ساتھ لانا ناپسند نہیں تھا، وہ طریقہ کار ناپسند تھا، جس طرح وہ ہمارے ساتھ آیا۔ ہمارا عامر سے کیا تعلق ہے؟ وہ اگر اپنے دوستوں کے ساتھ تفریح کے لیے نکلا ہوا ہے تو ہمیں کیا؟ وہ بچہ نہیں ہے کہ اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ ڈرائیونگ لائسنس کیوں ضروری ہوتا ہے۔"

"وہ ایڈونچر کے شوق میں نکلا ہوگا اور اس عمر کے بچے نتائج کے متعلق نہیں سوچتے، انہیں بڑوں کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"اس کے بڑے موجود ہیں، ہمیں کیا ضرورت ہے اس کا بڑا بننے کی؟ ہم نے سارے جہاں کو ٹھیک کرنے کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔"

"نہیں ایزد، انسان کو اتنا خودغرض نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اچھا لڑکا ہے، اس کے گھر میں اس پر توجہ نہیں دی جاتی، اس کے پاپا گھر میں ٹکتے ہی نہیں ہیں اور ممی کب تک اس کی نگرانی کرسکتی ہیں۔ ایسے میں ہم پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ غلط کام کرنے پر اسے ٹوکیں، اگر ہم سب یوں آنکھیں بند کرلیں گے تو وہ بڑا ہو کر اس معاشرے کو کیا دے گا؟ کیا بنے گا وہ؟"

"مان لو ربیکا، تم اُسے بلکہ کسی کو بھی نہیں سُدھار سکتیں۔" وہ بولا۔ "اور ہاں مجھے اس کے دوستوں کو چابی دینا ناگوار گزرا تھا۔ میں اس کا نوکر نہیں ہوں کہ چابیاں دینے کے لیے لڑکے تلاش کرتا پھروں۔"

"اس میں نوکر ہونے کی کیا بات ہے؟ لیکن نہیں تم تو افسر ہو اس لیے تمہیں یہ بات واقعی گراں گزرنی چاہیے تھی، تم نے اسی وقت کہہ دینا تھا میں خود ہی چابی دے آتی۔" ربیکا نے کہا۔ "مان لو ایزد کہ جب سے تم نے عامر کے متعلق اپنے [illegible] کو اپنے ذہن میں جگہ دی ہے، تب سے تم اس سے ملنے [illegible] ہو۔ میں نے تو تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ تم چاہو تو میں اس سے نہ ملوں لیکن اس وقت تم نے آرام سے کہہ دیا تھا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے خوامخواہ کی غلط فہمی کو اپنے دماغ میں جگہ دے دی ہے۔ وہ اتنا چھوٹا سا بچہ ہے، مذاق کرنے کی عادت ہے لیکن تم ایزد۔۔۔" بات کرتے کرتے اس کی [illegible] میں نمی اتر آئی۔

"اوہو ربیکا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ رسان سے بولا۔ "بات صرف اتنی سی ہے کہ مجھے کباب میں ہڈی پسند [illegible] ہے اور کباب میں اس کی موجودگی میں، میں تمہیں پھول بھی ٹھیک طریقے سے نہیں دے سکا۔" اس نے پیارا رومال ربیکا کی جانب بڑھایا۔

"تھینک یو۔" اس نے آنکھیں پونچھیں۔

"اب کیا ہم ایک تیسرے شخص کے لیے آپس میں لڑیں [illegible]" ربیکا نے نفی میں سر ہلایا اور ہنس پڑی۔

"تو پھر تم جلدی سے یہ گجرے پہن لو۔" اس نے ربیکا کا ہاتھ تھام کر کہا۔

اسکول میں عامر اور اس کے تینوں دوست شیطان [illegible] مشہور تھے، جو ٹیچر ان کی کلاس میں آتا وہی بیزار لگتا تھا۔

"یہ مینٹھولز — توبہ توبہ!" حمید صاحب اسٹاف روم میں داخل ہوئے تو کانوں کو ہاتھ لگا رہے تھے۔

"اب کیا ہوا؟" منیر صاحب نے پوچھا۔

"مینٹھولز کے لڑکوں کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ ان کا کچھ علاج کرنا ضروری ہوگیا ہے۔" حمید صاحب غصے میں بولے۔ "ابھی میں ان کی کلاس میں گیا تو پتا ہے کیا ہوا؟"

سب ہمہ تن گوش ہوگئے۔

"[illegible] لڑکوں نے میری کرسی پر مینڈک رکھا ہوا تھا، [illegible] مینڈک بھی کرسی سے بالکل چپکا ہوا تھا۔ مجال [illegible] پھدک کے نیچے اتر جاتا۔"

"[illegible] آپ خوش قسمت ہیں۔" منیر صاحب ہنستے ہوئے سرگوشیانہ [illegible] بولے کہ آدھے اسٹاف روم میں ان کی بات [illegible] "جاوید صاحب کی کرسی پر تو انہوں نے نوکیلی پنیں رکھ [illegible]"

"[illegible] برداشت کر سکتے ہیں لیکن میں ایسی حرکت بالکل برداشت [illegible] تم سے نکلتے جارہے ہیں اور مجھے یقین [illegible] ساری کارروائی ان چاروں شیطانوں نے ہی کی ہے۔"

"[illegible] چار شیطانوں نے؟"

"[illegible] عامر، فہد، اسعد اور سعید نے۔" انہوں نے غصے سے [illegible]

[illegible] وہ اب تک ان کی باتیں سن کر محظوظ ہو رہی تھی، [illegible] گئی۔

"عامر؟"

"[illegible]" وہ غصے میں بھرے ہوئے تھے۔

"لیکن آپ کو کیسے یقین ہے کہ یہ اس کی حرکت تھی؟ یہ [illegible] آپ کو غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے۔"

"[illegible] وہ لڑکے اپنے پیچھے ثبوت نہیں چھوڑتے اور ان [illegible] میں ایک دم متحد ہو جاتی ہے لیکن اب میں نے تہیہ بھی [illegible] پتا ہی نہ ہو سکے کہ یہ حرکت کس کی ہے۔"

"تو پھر آپ نے کچھ نہیں کہا انہیں؟" منیر صاحب بولے۔

"[illegible] کسی سے کہتے؟ تو بھی تنگ ہیں یہ چاروں لڑکے [illegible] انہیں بالکل نہ چھوڑے۔"

"ایک نمبر کے اداکار ہیں یہ کمبخت، میں نے کھڑا کیا تو معصوم [illegible] بنا کر کہنے لگے: کس بےغیرت نے یہ کام کیا [illegible] ہمیں پتا تو چل جائے ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ [illegible] خود کو ہی گالیاں دینے لگیں تو کوئی ان کا کیا بگاڑ [illegible]"

"پھر بھی آپ کو انہیں پرنسپل صاحب کے پاس لے جانا چاہیے تھا۔"

"لے کر گیا تھا، وہاں بھی لے کر گیا تھا لیکن چونکہ پرنسپل صاحب انہیں فزکس پڑھاتے ہیں اور فزکس میں یہ کڑے [illegible] ہیں، اس لیے وہ انہیں بالکل ہی معصوم سمجھتے ہیں۔ ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ انہوں نے ان لڑکوں سے یہاں تک کہ وارننگ بھی نہیں دی بلکہ انہیں کلاس میں بھجوانے کے بعد کہنے لگے مجھ سے کہ یہ لڑکے کبھی ایسا کر ہی نہیں سکتے۔"

شام کے وقت سڑک سے پٹاخوں کی آواز سنائی دی تو ربیکا نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ حسبِ توقع یہ حرکت عامر اور اس کے دوست ہی کر رہے تھے۔

"عامر!" وہ چلائی۔

"ابھی آیا۔"

تھوڑی ہی دیر میں وہ ربیکا کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

"عامر تم انسان نہیں بن سکتے؟"

"جسے اللہ تعالیٰ نے انسان نہیں بنایا اسے کوئی اور کیا انسان بنائے گا اور آپ بھی خدائی کاموں میں دخل اندازی چھوڑ دیں۔" وہ لاپروائی سے بولا۔

"آج حمید صاحب کے ساتھ وہ حرکت تم نے کی تھی؟"

"کون سی؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو کون سی حرکت، وہی حرکت جس کی وجہ سے وہ تمہیں پرنسپل کے پاس بھی لے کر گئے تھے۔"

"چپ نہیں رہا جا سکا ان سے، فوراً جا کر شکایت کر دی میری۔" وہ بڑبڑایا۔

"تو یہ تم نے ہی کیا تھا ناں! کتنی بری بات ہے، آج جس کے منہ سے بھی میں نے تمہارا ذکر سنا وہی تم سے بیزار ہے۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ ویسے مینڈک میں نے نہیں اسعد نے کرسی پر رکھا تھا۔"

"اور جاوید صاحب کی کرسی پر نوکیلی پنیں تو تم نے ہی رکھی تھیں ناں؟"

"وہ بات بھی آپ تک پہنچ گئی۔ خیر جیسے بھتوں کے ساتھ ایسا کرنا عین باعثِ ثواب ہے۔"

"کیوں؟"

"وہ ہمیں انگریزی پڑھاتے ہیں اور اسی سے اندازہ لگا لیں کہ کیا پڑھاتے ہوں گے۔ ایک دن سعید، اسعد اور مجھ سے کہنے لگے BOTH OF YOU THREE STAND UP."

"کیا؟" ربیکا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"جی ہاں۔"

"حیرت ہے۔" وہ بولی پھر سوچ میں پڑ گئی۔ "تو کیا مجھے عامر سے ایزد کے خدشات اور اندازے کلیئر کر لینے چاہئیں، لیکن

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ اچھی خاصی تکلیف دہ صورتِ حال ہوگی۔ اگر ایزد جو سوچ رہا ہے وہ درست ہوا تو خوامخواہ بات بڑھ جائے گی اور عامر کو آگے آنے کا موقع مل جائے گا۔ ابھی کم از کم ایک پردہ تو حائل ہے ناں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ ایزد کے اندیشے بالکل بے بنیاد ہیں اور اگر میں نے عامر سے بات کی اور ایسی کوئی بات نہ ہوئی تو پھر مجھے اور عامر دونوں کو ہی کتنی شرمندگی ہوگی۔

"کیا سوچ رہی ہیں؟" اس نے ربیکا کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"کچھ نہیں۔" وہ واپس لوٹ آئی۔

"کچھ تو سوچ رہی تھیں۔"

"میں ایزد کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اس نے آنے کا کہا تھا۔ پتا نہیں کیوں نہیں آیا۔"

چند ثانیے خاموشی رہی پھر عامر بولا۔ "ربیکا جی!"

"ہاں۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"اگر کبھی ایزد آپ کی توقعات پر پورا نہیں اترے تو کیا ہوگا؟"

ربیکا نے الجھن سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا؟ کہیں ایزد کے اندیشے درست ہی نہ ہوں؟ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

مجھے اسے باور کروا دینا چاہیے کہ میں صرف ایزد سے محبت کرتی ہوں اور ایزد مجھ سے۔

پھر وہ عامر سے مخاطب ہوئی۔ "میری توقعات ہیں ہی بہت کم۔ میرا اور ایزد کا بچپن کا ساتھ رہا ہے۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے اور میں اسے۔ پھر گو کہ ہماری شادی میں بڑوں کی مرضی پوری طرح شامل ہے، لیکن اس میں ہماری پسند اور مرضی کو زیادہ دخل ہے۔ شادی کے بعد GIVE AND TAKE تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ مجھے یوں بھی ایزد سے اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے کہ وہ میری عزت کرے اور مجھ سے محبت کرے اور وہ بھی مجھ سے صرف یہی چاہتا ہے۔ ہماری بچپن کی دوستی ہے اور یہ دوستی اتنی مضبوط ہے کہ ہم مل کر ہر مشکل کا سامنا کر سکیں۔"

"میں چلتا ہوں۔ اب میرے دوست میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔" کہتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

دوستوں میں بھی وہ زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرا اور اپنے کمرے میں آگیا۔

"کتنا خوش قسمت ہے ایزد جسے ربیکا جیسی لڑکی کی محبت حاصل ہے۔" وہ کھڑکی میں بیٹھا ربیکا کے گھر کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں برآمدے میں زرد روشنی پھیلاتا ہوا ایک بلب اندھیرے سے لڑنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں کبھی زندگی میں اتنا سیریس ہو سکتا ہوں۔ وہ کیسی لڑکی ہے۔ کتنی کشش ہے ربیکا میں۔ جیسے ان کا وجود ہر وقت نور کے ہالے میں گھرا رہتا ہو۔ کتنی اچھی ہے وہ... اور وہ ایزد کتنا تکلیف دہ ہے اس کا وجود میرے لیے۔ کاش وہ نہ ہوتا۔ پھر میرا اور ربیکا کا ہی کبھی سامنا ہوا ہوتا۔ لیکن یہ سب کچھ حقیقتاً وقوع پذیر ہو چکا ہے اور میں یہاں اس کھڑکی میں بے بسی سے بیٹھا اس گھر کا نظارہ کر رہا ہوں جس کے اندر اس وقت ربیکا بھی ہیں اور ایزد بھی اور ان کی تمام خوشیاں بھی۔"

اسکول میں یوں لگتا تھا جیسے یہ پٹاخے چلنے کا دن ہے۔ پہلے گراؤنڈ میں پٹاخے چھوٹے تو پی ٹی انسٹرکٹر نے [illegible] دی۔ گراؤنڈ میں لینٹرلے سے۔

پھر ٹیچرز کی موجودگی میں ٹینٹ والے میں پٹاخے چھوڑے گئے تو پرنسپل نے آ کر سب لڑکوں کی تلاشی لی لیکن ایک پٹاخہ برآمد نہ ہوا لیکن اس وقت تو حد ہی ہو گئی جب پرنسپل صحن کے عین درمیان پٹاخہ چلا۔ ایک لمحے کے لیے تو پرنسپل صاحب کا سانس حلق میں ہی اٹک گیا۔ ایک مرتبہ پھر اسکول میں پٹاخے چلانے والوں کی ڈھنڈیا مچی لیکن یہ تلاش جاری ہی تھی کہ ایک مرتبہ پھر پرنسپل آفس کے دروازے پر ہلکا سا دھماکا ہوا اور اس کے چند ہی منٹ بعد فہد، ربیکا کے پاس اسٹاف روم میں گیا اور اسے باہر لے جا کر انگریزی کی ایک نظم سمجھنے لگا۔ ابھی وہ باہر کھڑے ہو کر نظم سمجھا رہی تھی کہ کسی نے روشن دان کی طرف سے اسٹاف روم میں پٹاخہ پھینک دیا۔

"یہ جو کوئی بھی ہے چھت پر سے جانے نہ پائے۔" ٹیچرز کے حواس واپس آئے تو وہ چلائے۔

ربیکا نے فہد کی جانب دیکھا۔ "یہ تم لوگوں کی شرارت ہے ناں؟"

"نہیں ٹیچر بالکل نہیں۔" اس نے مسکین سی شکل بنائی۔

"میں تو آپ سے نظم سمجھ رہا ہوں۔"

"تم میری بات اچھی طرح سمجھ رہے ہو۔ میرا مطلب تمہارے دوستوں سے ہے۔"

"پتا نہیں سب ہمیں ایسا کیوں سمجھتے ہیں ورنہ ہم بالکل ایسے نہیں ہیں۔ آپ یقین کریں ٹیچر! اس میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔"

لیکن ربیکا کو یقین تھا کہ اس میں بھی عامر کا ہی ہاتھ ہے۔ وہ فہد ہی موقع پہ بہانے سے اسے اسٹاف روم سے باہر بلا کر لایا تھا۔ گھر آتے ہی اس نے عامر سے پرسش کی۔

"کوئی ثبوت ہے کسی کے پاس کہ یہ ہم نے کیا ہے۔ قانون ثبوت مانگتا ہے۔" وہ بولا۔

"یہ جس کسی نے بھی کیا ہے بہت بری حرکت کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ کام تم دوستوں کا ہی ہے۔ کل تم لوگ ہی یہاں بھی یہ پٹاخے چلا رہے تھے۔"

"یہ اتنی بری حرکت نہیں ہے ربیکا جی! کچھ اور لوگ ہیں جو میری نظر میں اس سے بھی بری حرکتیں کر رہے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً کو رہنے ہی دیں۔ آپ سمجھیں گی ہی نہیں اور اگر سمجھ گئیں تو..." اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ "بہرحال یہ میں نے اس لیے کیا تھا۔ میں اپنا ڈپریشن دور کرنا چاہتا تھا۔"

"ڈپریشن! تمہیں کس چیز کا ڈپریشن ہے؟ اور اگر ہے بھی تو اسے دور کرنے کا یہ طریقہ ہوتا ہے؟"

"جب ہم اپنی بات کسی سے شیئر کرنا چاہیں اور نہ کر سکیں تو ڈپریشن تو ہوگا ہی اور پھر ہماری راہ میں کیا چیز آتی ہے اس کی زیادہ پروا بھی نہیں رہتی۔" وہ بولا۔ "یوں بھی میری اس چھوٹی سی شرارت سے کسی کا کچھ نہیں بگڑا۔ سوائے اسکول کے اس بے ہودہ ڈسپلن کے جو پہلے ہی ریزہ ریزہ ہو چکا ہے، بلکہ اس کا فائدہ میری اپنی ذات کو ضرور پہنچا ہے کہ مجھے پھر یہ احساس ہو گیا ہے کہ میں ابھی اتنا بے بس نہیں ہوں اور اب بھی وہ سب کر سکتا ہوں جو چاہتا ہوں۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو عامر! اگر تمہیں کوئی پرابلم ہے تو تم اپنے پاپا سے شیئر کر سکتے ہو۔ یہاں بھی امی ابو ہیں، میں اور ایزد ہیں۔ تمہاری دادو ہیں۔ ہم سب تمہارے محسوسات شیئر کر سکتے ہیں۔ تم کسی سے کچھ کہو تو۔"

"آپ سب کون ہیں میرے؟" وہ چیخ پڑا۔ "میرے پاپا! میرے پاپا کم اور اپنے دوستوں کے دوست زیادہ ہیں۔ ان کے پاس وقت ہے مجھے دینے کے لیے؟ میری دادو میری بات سمجھے بغیر بس حکم چلانا جانتی ہیں۔ ان کے پاس میری سب باتوں کے جواب میں ایک جواب ہوتا ہے کہ میں بکواس بند کروں۔ میں روز بروز بگڑتا جا رہا ہوں۔ آپ کے امی ابو، ایزد اور خود آپ۔ آپ سب کیا لگتے ہیں میرے؟ کیوں شیئر کروں میں اپنی باتیں آپ سب سے؟ کیا دے سکتی ہیں آپ مجھے کہ آپ سے کچھ کہوں، کچھ مانگوں؟"

"عامر!" اس نے ہونٹ کاٹے۔ "پلیز ایسے کیوں سوچتے ہو تم؟"

لیکن وہ مڑ چکا تھا۔

گھر میں ربیکا اور ایزد کی شادی کی تیاریاں جاری تھیں۔ ایزد کے گھر والوں کا خیال تھا کہ جیسے ہی خالہ کے گھر والوں کی سوگ اتروائی ہو جائے گی ویسے ہی دونوں کی شادی کر دی جائے گی۔

"ربیکا! میرا خیال ہے کہ اب تم سروس چھوڑ دو۔" امی نے کہا۔ "کچھ دن گھر آرام کرو تاکہ فریش ہو جاؤ۔"

"امی! اسکول کا فن فیئر ہو جائے تو پھر چھوڑ دوں گی۔" وہ بولی۔ "اتنی تیاریاں کرلی ہیں ہم نے۔ میں چلی گئی تو میری کلاس تو بالکل بے یارومددگار رہ جائے گی اور وہ ننھے منے سے بچے اتنے پرجوش ہیں، عین وقت میں کیسے انہیں دغا دے دوں۔"

"بس فن فیئر والا دن تمہارا اسکول میں آخری دن ہوگا۔" امی نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

فن فیئر والے دن عامر بہت خوش تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کا اسٹال سب سے انوکھا ہے۔

"شکر ہے اتنے دن بعد تمہیں خوشگوار موڈ میں دیکھ رہے ہیں۔" سیمی نے کہا۔

"ہاں! ورنہ کارنامے تو یہ انجام دے ہی رہا تھا لیکن اس میں چمک نہیں تھی۔ بہت بجھا بجھا سا تھا۔" اسد نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ہاں! میں نے سوچا کہ میں اب اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ ایک لڑکی مجھے پاگل بنائے۔ وہ نہیں ملی تو اور بہت سی مل جائیں گی۔"

"دنیا میں مہ لقاؤں کی کوئی کمی نہیں
کس کس پہ جان دیجیے کس کس کو روئیے"

"یہ کی ناں بات۔" اسد نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیکن عامر کے اندر کہیں کوئی تھا جو اس بات کی نفی کر رہا تھا اسے احساس تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ خود سے سب سے یہ خود فریبی نہیں تھی تو اور کیا تھا لیکن پھر اسے قبول کر لینے میں ہی تو عافیت تھی۔

"وقت ہر زخم کا مرہم ہوا کرتا ہے۔ میرا یہ زخم بھی آج نہیں تو کل بھر ہی جائے گا۔" وہ خود سے کہہ رہا تھا۔

فن فیئر میں عامر کا اسٹال سب کی، خاص طور پر اسکول کی لڑکیوں والی برانچ کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا CHOOSE YOUR LIFE PARNER جلی حروف میں لکھے گئے یہ الفاظ سب کی توجہ کھینچنے کے لیے کافی تھے۔ اسٹال میں عامر کمپیوٹر سامنے رکھے بیٹھا ہوا تھا اور فہد سب کو ایک ایک کر کے ٹائم متعین کر رہا تھا۔ سعید خزانچی بنا بیٹھا تھا اور اسد پیپسی کی بوتل سے چسکیاں لیتے ہوئے سب سے بحث کر رہا تھا۔

"پانچ روپے تو بہت زیادہ ہیں۔" ایک لڑکی لڑ رہی تھی۔

"یہ بھی تو دیکھیں کہ آپ کو اپنے شریک زندگی کا نام معلوم کرنے کا موقع مل رہا ہے اور اس کے لیے تو انسان پانچ سو روپے بھی خرچ کر سکتا ہے۔"

"اگر نام میری پسند کا نہ نکلا تو؟"

"تو یہ آپ کی قسمت اور اگر آپ کی پسند کا نکل آیا تو یہ ہماری قسمت۔" اسد بولا۔

"خیر یہ لیں پانچ روپے اور جلدی کریں۔"

سعید نے پانچ روپے جلدی سے باکس میں ڈالے اور عامر کمپیوٹر پر ہاتھ چلانے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں پرنٹر سے ایک کاغذ برآمد ہوا۔

"یہ رہا آپ کے شریک زندگی کا نام۔" اس نے کاغذ لڑکی کی طرف بڑھایا۔

"بھول۔" اس نے ایک نظر کاغذ پر ڈالی۔ "ہائے تھینک یو۔" وہ چلائی اور باہر اپنی سہیلیوں کی طرف بھاگی۔

"کیا رہا؟"

"عامر۔" وہ چلائی۔ "عامر نام نکلا ہے۔ گھر جا کر سب سے پہلے میں فون کر کے عامر کو یہ خوشخبری سناؤں گی۔"

"لیکن میرا کیا ہوگا، مجھے کسی فہیم سے شادی نہیں کرنی۔" اس کی ایک اور سہیلی رو دینے کو تھی۔ "اب تو امی ابو بھی راضی ہیں نوید کے لیے پھر یہ فہد کمبخت پتا نہیں کہاں سے ٹپک پڑا ہے درمیان میں۔"

"میرے والے کا نام تو اچھا ہے، اللہ کرے خود بھی اچھا ہو وہ۔" ایک اور بولی۔

"کیا نام ہے؟"

"اسد!" اس نے بتایا۔ "نام سے تو لگتا ہے کہ کوئی آرمی آفیسر ہوگا۔"

"تم سب کے پاس تو اچھے نام آئے ہیں اور میرے پاس پرانا سا نام آیا ہے سعید۔"

پورے اسکول میں جو جو لڑکی بھی اس اسٹال پر گئی تھی اسے ان چاروں ناموں میں سے ہی کوئی ایک نام ملا تھا۔ ربیکا کو معلوم ہوا تو وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئی۔

"وہ سب کو بے وقوف بنا رہے ہیں اور سب ہنسی خوشی بے وقوف بن رہے ہیں۔ وہ بھی پانچ پانچ روپے دے کر۔ ویسے چل کر دیکھنا چاہیے۔"

وہ اسٹال پر پہنچی تو عامر کے تینوں دوست ایک دم سے ڈیسنٹ بن گئے۔

"تمہارے اسٹال کی بہت تعریف سنی ہے۔ سوچا دیکھ ہی آؤں۔" اس نے کہا۔

"بزنس کا ٹائم خراب مت کریں۔" عامر بولا۔

"تمہیں بزنس کرنے سے کس نے روکا ہے۔ یہ لو پانچ روپے اور میری قسمت میں لکھا ہوا نام نکالو۔" اس نے پرس سے پانچ روپے کا نوٹ نکالا۔

"آپ کی قسمت؟" عامر ہولے سے ہنسا۔ "ویسے بڑے کہتے ہیں کہ انسان چاہے تو قسمت بدل بھی سکتا ہے۔"

"لیکن مجھے اپنی یہی قسمت پسند ہے، میں اسے بالکل بدلنا نہیں چاہتی۔" وہ خوشگوار موڈ سے بولی۔

"جب سے انسان نے اپنی قسمت بدلنا چھوڑی ہے تب سے یہ کام کمپیوٹر سرانجام دینے لگا ہے۔" عامر کمپیوٹر کے ساتھ مصروف ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پرنٹر سے نکلنے والا کاغذ اس کے ہاتھ میں تھا۔

"یہ لیں۔"

ربیکا نے جلدی سے کاغذ پر نگاہ دوڑائی۔

"عامر۔" وہ ہنسی پھر اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ "ویسے عامر! تم کتنی لڑکیوں سے شادی کرو گے؟"

"مجھے تو لگتا ہے کہ میری قسمت میں ایک شادی بھی نہیں لکھی ہوئی۔ یہ سب تو دل خوش کرنے والی باتیں ہیں۔"

"اللہ کرے کہ تمہاری شادی نہ ہو۔ ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔ تمہارے لیے تو کوئی بہت اچھی لڑکی ہونی چاہیے اور یہ۔" اس نے کاغذ اس کی جانب بڑھایا۔ "یہ میری طرف سے تم اپنی شادی کا پیشگی تحفہ سمجھ کر رکھ لو۔ اپنی بیوی کو میری طرف سے دینا کیونکہ تمہارے نام پر صرف اسی کا حق ہے باقی ساری لڑکیوں کا نہیں۔ اور ہاں، میں کل اپنی شادی کا کارڈ دینے تمہاری طرف گئی تھی لیکن تم نہیں تھے۔ گھر پر صرف ایک ہفتہ رہ گیا ہے شادی میں۔ اس لیے اب ذرا جلدی سے تیاری کر لو۔ میں انتظار کروں گی تمہارا ہر رسم پر۔" پھر وہ مسکرا کر ہاتھ ہلا کر باہر چلی گئی۔

سناٹا چھا گیا۔ عامر خاموشی کے ساتھ وہاں بیٹھا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں چل دیے تم؟" اسد نے اسے بازو سے پکڑا۔

"اندر گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔ یونہی تھوڑی دیر باہر گھوم آؤں گا۔"

لیکن پھر وہ واپس نہیں پلٹا اور اپنی موٹر سائیکل پر یونہی بے مقصد سڑکوں پر تیز رفتاری سے دوڑتا رہا۔ شام کو جب وہ گھر پہنچا تو اسد، فہد اور سعید پہلے سے اس کے کمرے میں براجمان تھے۔

"کہاں رہ گئے تھے تم؟ بہت پریشان کیا ہے تم نے ہمیں۔"

"میں نے نہیں کہا کسی سے کہ میری خاطر پریشان ہوتے رہو۔" وہ چڑ گیا۔

"یار سچ تو کہہ رہا تھا کہ لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہے، بے وقعت ایک لڑکی کے پیچھے مجنوں ہوا پھر رہا ہے۔" اسد بولا۔ "دنیا میں رہنے کا یہ طریقہ نہیں ہوتا۔"

"میں کسی کے لیے مجنوں نہیں ہوا۔ سنا تم تینوں نے کوئی وابستگی نہیں ہے مجھے ربیکا میں، کسی میں بھی اور اس وقت میں تنہا رہنا چاہتا ہوں۔ تم لوگ اگر میرے دوست ہو تو جاؤ یہاں سے۔"

"اس وقت ہم تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔" سعید بولا پھر اس نے فہد کو ٹہوکا دیا۔ "تم بھی کہہ نا۔"

"ہاں بالکل نہیں۔" اس نے جلدی سے تائید کی۔

"کیوں نہیں؟" وہ چلایا۔ "اگر تم لوگوں کا خیال ہے کہ میں لڑکی کے پیچھے جان دینے والوں میں سے ہوں تو سن لو کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں احمق نہیں ہوں کہ اس کے لیے اپنی اس قیمتی زندگی کو ضائع کر دوں۔ کیا دے گی وہ مجھے، کیا ہے اس کے پاس مجھے دینے کے لیے؟ اور کیا سے گا مجھے مر کر؟ کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں۔ تمہیں کیا میں بالکل زندہ سلامت ہوں گا۔ یوں ہی سانس لیتا ہوا جیتا جاگتا ہوا۔ اب تم لوگ جاؤ یہاں سے۔"

ان تینوں کے جانے کے بعد اس نے کھڑکی میں کھڑے ہو کر ربیکا کے مکان کی سمت دیکھا۔ گھر کے در و دیوار کو قمقموں سے سجایا جا رہا تھا۔ اس کے ابو باہر کھڑے ہدایات دے رہے تھے۔ وہ دیکھتا رہا حتیٰ کہ سب قمقمے جل اٹھے۔ پورا گھر بقعۂ نور بن گیا۔ گھر کے باہر گاڑیوں کی قطار لگ گئی۔ ننھے ننھے بچے آنچل جھلملانے لگے اور گھر سے ڈھولک کی آواز آنے لگی۔

"ہونہہ!" وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔ ڈھولک کی آواز کسی سیسے کی مانند اس کے کان میں اتر رہی تھی۔ اس نے ڈیک کو فل والیوم پر کھول دیا۔ پورا کمرا پر سپائی HOW DO I STOP THE TEARS سے بھر گیا۔ پھر اس نے جھٹکے سے پنچنگ بیگ پر کتنے ہی مکے برسا دیے اور کتنے ہی PUSH UPS نکالے اور پھر وہیں قالین پر اوندھے منہ لیٹ گیا۔

اس وقت وہ کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ نہ ربیکا کے بارے میں نہ اپنے بارے میں۔ بس وہ چاہتا تھا کہ اس کے سامنے ایک مہیب خلا ہو، اندھیرا تاریک خلا جس میں وہ ڈوبتا جائے، گم ہوتا جائے۔ وہ جانتا تھا کہ رونے سے بہت سے غم دھل جائیں گے لیکن وہ رونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنے آنسو کسی کو، حتیٰ کہ خود کو بھی نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ اس جذباتی لمحے تک اسے اپنی کمزوری گوارا نہیں تھی پھر تب ہی اس کے کانوں میں ربیکا کی آواز آئی۔

GIVE SORROW WORDS, THE GRIEF DOES NOT SPEAK WHISPERS THE O'ER FRAUGHT HEART AND BIDS IT BREAK

(اپنے دکھوں اور غموں کا اظہار لفظوں میں کر دو۔ ایسا غم جو کہا نہ جائے، دل پر بوجھ بن کر پڑا رہتا ہے اور جس سے انسان کا دل پھٹ جاتا ہے)

"میں کسی سے محبت نہیں کرتا۔" وہ چلایا اور دیوانہ وار کھڑکی کی جانب بڑھا۔ "سنا ربیکا تم نے، میں تم سے، کسی سے بھی محبت نہیں کرتا۔ ہاں میں تمہیں حاصل نہیں کر سکتا۔ میں کمزور ہوں، بے بس ہوں، یہی سننا چاہتی ہو نا تم۔ تو سن لو۔"

لیکن اس کی آواز ڈیک کے اسپیکرز سے ابھرنے والی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آواز میں دب رہی تھی۔

PEOPLE ALWAYS THINK THAT I AM SO STRONG
THEY DONT KNOW WHAT GOES THROUGH ME
I AM ALONE
STOP THINKING ABOUT YOU.

چیختے چیختے اس کے حلق میں خراش پڑ گئی لیکن ربیکا کے مکان کی جھلملاہٹ ویسے ہی قائم تھی۔ رنگ برنگی روشنیاں جل بجھ رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے آسمان پر چمکتے ہوئے سارے چاند ستارے آج اس کے گھر میں اتر آئے ہوں۔

"میں تم سے محبت نہیں کرتا، ذرہ برابر بھی نہیں، سنا تم نے! ذرہ برابر بھی نہیں۔" آہستہ آہستہ اس کی آواز مدھم ہوتی گئی۔

"ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔" اور وہ وہیں کھڑکی سے سر ٹیک کر رو پڑا۔

ربیکا روز عامر کی آمد کا انتظار کرتی تھی اور عامر تھا کہ اس نے ایک فنکشن میں بھی شکل تک نہیں دکھائی تھی۔

"دادو! عامر کیوں نہیں آیا؟" بالآخر اس نے دادو سے پوچھا۔

"مجھے کیا پتا؟" وہ بیزاری سے بولیں۔ "سارا دن موٹر سائیکل کا کان مروڑ کے گھوں گھوں کرتا پھرتا ہے۔ اس سے اپنے بیکار اور آوارہ دوستوں سے نجات ملے گی تو کچھ اور کام کرے گا نا۔"

"لیکن دادو میں نے ملنے کہا تھا کہ روز آنا ہے۔" وہ بولی پھر امی سے مخاطب ہوئی۔ "امی! اس کے کمرے کی بتی جل رہی ہے۔ میں بس ایک منٹ میں اس کے کان کھینچ آؤں۔"

"لڑکی! تم مایوں بیٹھی ہو۔ خبردار جو نکلنے آسمان تلے نکلیں۔" امی سے پہلے ہی دادو کڑک دار آواز میں بولیں۔

"اُف اللہ دادو! آپ کس زمانے میں رہ رہی ہیں۔ کچھ نہیں ہوتا باہر نکلنے سے اور پھر ایک منٹ کی تو بات ہے۔"

"دادو ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" امی بولیں۔ "آج مہندی ہے اب تو گھر میں ٹکو۔ میں عامر کو کسی کے ہاتھ پیغام بھجوا دیتی ہوں، آجائے گا وہ۔"

پھر ایزد کے گھر سے مہندی بھی آ گئی لیکن عامر نہیں آیا۔ ربیکا اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس کے گھر کے گیٹ کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"شاید ابھی آتا ہو۔"

لیکن وہ گیٹ اسی طرح بند تھا اور عامر کے آنے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ ابھی وہ وہاں کا جائزہ لے رہی تھی کہ اسد اور فہد کی اوپن ٹاپ جیپ وہاں آ کر رکی۔ اس نے بالیچے سے گزرتی ہوئی چھماں کو آواز دی۔

"چھماں بی بی!" وہ اس کے قریب آ گئی۔

"یہ جو لڑکے جیپ سے اتر رہے ہیں، انہیں میرے پاس بھیجو، جلدی کرو۔"

"اچھا جی۔"

چھماں کے جانے کے بعد وہ اُچک کر کھڑکی سے باہر کو دیکھی۔ مہمانوں کا انتظام گھر کے اندر اور پچھلے باغیچے میں کیا گیا تھا۔ اس لیے سامنے والے لان میں کوئی نہیں تھا۔

اسد اور فہد نے اسے دیکھتے ہی خاموشی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

"عامر کہاں ہے؟" اس نے سلام کرنے کے فوراً بعد پہلا سوال کیا۔

"گھر میں ہی ہے۔" اسد بولا۔

"عجیب بد بخت ہے۔ گھر میں شادی کی تقریبات جاری ہیں۔ میں نے دادو سے بھی کہلوایا پھر بھی وہ نہیں آیا۔ اسے کہو کہ کم از کم آج اور کل کا فنکشن تو مس نہ کرے۔"

اسد نے کھنکھار کر فہد کی جانب دیکھا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب وہ ربیکا کی بات کا جواب دے۔

"وہ جی۔" فہد نے کہنا شروع کیا۔ "آج کل وہ پڑھائی میں مصروف ہے۔"

"تو میں نے کب منع کیا ہے اسے پڑھنے سے لیکن چوبیس گھنٹوں میں سے کیا ایک گھنٹہ بھی اس کے پاس میرے لیے نہیں ہے۔"

"جی ہم اسے کہہ دیں گے۔"

"صرف کہنا نہیں ہے اسے ابھی اپنے ساتھ لے کر آنا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ سو رہا ہے۔" فہد نے جلدی سے کہا۔

"تو اسے جگاؤ۔"

"اصل میں اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" اسد بھی جلدی سے بولا۔

"کیا ہوا اسے؟" ربیکا نے تشویش سے پوچھا۔ "اور تم لوگوں نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ اس کی طبیعت خراب ہے۔"

"نہیں کچھ ایسی زیادہ خراب بھی نہیں ہے، بس موسمی بخار ہے۔"

"کوئی دوا لی اس نے! ایک تو مجھ دادو اور امی نے باہر نکلنے سے منع کیا ہوا ہے ورنہ میں اس کا حال چال ہی پوچھ آتی۔ اوپر سے ایزد کے گھر والے بھی مہندی لے کر آ گئے

ہیں۔ گھر مہندی لگانے میں تو کچھ وقت لگے گا۔" پھر وہ کچھ سوچ کر بولی۔ "تم لوگ ٹھہرو، میں امی سے کہہ کر آتی ہوں کہ میں عامر کی طرف جا رہی ہوں تھوڑی دیر کے لیے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اسد بولا۔ "وہ بالکل ٹھیک ہے۔"

"کبھی کہتے ہو ٹھیک ہے کبھی کہتے ہو نہیں ہے۔ مجھے لگتا ہے مجھے خود ہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔" وہ دونوں چونک کر اندر چلی گئی۔

امی جان نے پس و پیش کے بعد اجازت دی، اور وہ بھی صرف پانچ منٹ کے لیے۔

"دیکھو ربیکا! ذرا دھیان سے۔ تمہاری اماں کو خبر ہو گئی تو ہم دونوں ہی (SICK IN QUARTERS) S.I.Q ہو جائیں گے۔"

"ہاں ہاں! تو بس آپ ذرا یہ فرنٹ سنبھالے رکھیں اور کسی کو اس کمرے کی طرف نہ آنے دیں۔" وہ کہہ کر جلدی سے باہر نکل گئی۔

اسد اور فہد اس سے معذرت کر کے رفو چکر ہو گئے۔ ربیکا نے عامر کے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور پھر خود ہی دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

عامر اوندھے منہ بستر پر دراز تھا۔ سلگتا ہوا سگریٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔ کمرے کی فضا دھوئیں اور پرفیوم کی خوشبو سے بوجھل ہو رہی تھی۔ کشن بے ترتیب تھے۔ چیونگ بیگ کھلا ہوا تھا اور کنگ گورڈ اس کے قریب ہی قالین پر پڑے ہوئے تھے۔ کمرے کی فضا میں موسیقی بکھر رہی تھی۔

SO TELL ME WHAT IS SADNESS

اور اس کے پس منظر میں آشا بھونسلے کی جاندار پُرترنم آواز ایک سے دل کی گہرائیوں سے کمرے میں پھیل رہی تھی۔

ربیکا حیران حیران سی کمرے میں داخل ہوئی۔

"عامر!" اس نے پکارا۔

عامر نے لیٹے ہی لیٹے دروازے کی جانب دیکھا۔ جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا۔

"عامر! یہ سب کیا ہے!" وہ چند قدم آگے بڑھ آئی۔

"آپ!" وہ اٹھ بیٹھا۔ "کیوں آئی ہیں آپ یہاں؟ کس لیے؟"

"میں تمہارا پتا کرنے آئی تھی۔ تم شادی کے ایک بھی فنکشن میں نہیں آئے۔ آج اسد اور فہد نے بتایا کہ تمہاری طبیعت خراب ہے۔"

"بکواس کرتے ہیں وہ دونوں۔" وہ بستر سے اتر آیا۔ "دیکھیں مجھے، بھلی طرح میں زندہ ہوں، ابھی مرا نہیں ہوں میں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں لمبی زندگی دے۔"

"نہیں چاہیے مجھے لمبی زندگی۔" وہ اس کی بات پوری ہونے سے قبل ہی چلایا۔ "کس لیے آپ میری لمبی زندگی کی دعا کر رہی ہیں تاکہ میں روز اسی طرح دن رات تڑپوں جیسے اب تڑپ رہا ہوں، نہیں، مجھے نہیں تڑپنا اب۔"

"کیا ہو گیا ہے تمہیں عامر؟ اور یہ اور یہ سگریٹ۔ تمہاری عمر ہے سگریٹ پینے کی۔"

"میری عمر کی بات مت کریں، میں اتنا بچہ نہیں ہوں جتنا آپ سب مجھے سمجھتے ہیں۔"

"تم بچے نہیں تو کیا ہو؟ مانا کہ سب کو کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی وجہ سے ڈپریشن ہوتا ہے لیکن ڈپریشن دور کرنے کے لیے ان چیزوں کا سہارا نہیں لیا جاتا جن کو تم لے رہے ہو اور پھر تم پر کون سے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں کہ تم اپنے مسائل کا سامنا نہیں کر سکتے اور ان کے حل سے مایوس ہو کر تمہیں سگریٹ کا سہارا لینا پڑ رہا ہے، میں تمہیں اتنا کم ہمت نہیں سمجھتی تھی عامر۔ سگریٹ کے دھوئیں سے نہ تو مسائل حل ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ فضا میں تحلیل ہوتے ہیں۔"

"مجھے لیکچر دینے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔"

"ضرورت ہے۔" ربیکا نے اس کی بات کاٹی۔ "میں تمہیں تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

"میری تباہی سے آپ کو کیا سروکار، کیا لگتی ہیں آپ میری کہ میں آپ کو اپنی تباہی پر فکر مند ہونے کا حق دوں۔"

"عامر!" وہ افسوس سے بولی۔ "مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی لیکن اب میں یہ سوچتی ہوں کہ مجھے یہ امید رکھنی چاہیے تھی۔ میں تمہارے لیے اس وجہ سے فکر مند ہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور انسان جن سے پیار کرتا ہے انہیں کھائی میں گرتے ہوئے، تباہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔"

"محبت! پیار!" وہ تضحیک آمیز لہجے میں ہنسا۔ "آپ کو پتا ہے کہ محبت کس چڑیا کا نام ہے اور پیار کسے کہتے ہیں! شادی کا بندھن آپ بخوشی اس منحوس صورت شخص کے ساتھ باندھ رہی ہیں، وہ شخص جو میری اس حالت کا ذمہ دار ہے جس نے مجھے تباہی کے اس راستے پر کھڑا کیا ہے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

محبت اور پیار میرے ساتھ جتا رہی ہیں، یہ بھی خوب رہی۔ اور آپ ربیکا آپ بھی اس سازش میں برابر کی شریک ہیں۔ آپ کہتی ہیں کہ مجھے محبت اور پیار کا مفہوم معلوم نہیں۔ آپ کو کیا پتا کہ میں نے کتنی ہی راتیں آپ کے متعلق سوچتے ہوئے گزاری ہیں، کتنے دن آپ کی خاطر تڑپا ہوں۔ جتنی محبت میں آپ سے کرتا ہوں اتنی نہ کبھی کسی نے آپ سے کی ہوگی اور نہ ہی کبھی کوئی کرسکتا ہے۔"

"عامر!" ربیکا نے صدمے سے اس کی جانب دیکھا اور پھر ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر دے مارا۔ "میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہاری سوچ اس قدر گھٹیا بھی ہوسکتی ہے۔ ہاں میں نے تم سے محبت کی ہے، مجھے تم سے پیار ہے، وہی پیار جو ایک بڑی بہن چھوٹے بھائی کے لیے اپنے دل میں محسوس کرتی ہے۔ میں کوئی تھرڈ ریٹ (THIRD RATE) بازاری عورت نہیں ہوں جو محبت کسی اور سے کرے اور اپنے لیے شریک زندگی کوئی اور منتخب کرے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا میں نے کبھی تم سے ایسا عہد محبت کیا تھا، کبھی تم سے کوئی وعدے کیے تھے جن کی بنا پر تم اس غلط فہمی کا شکار ہوسکتے؟ نہیں ناں! کیونکہ میری اس محبت کا حق دار صرف ایک شخص ہے اور وہ تم نہیں ایزد ہے۔" آنسو اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔ "میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا تمہارے بارے میں، تب بھی نہیں جب ایزد نے مجھ پر اپنا یہ اندازہ ظاہر کیا تھا۔ میں تو یہ چاہتی تھی عامر کہ تم مجھے بھائی بن کر رخصت کرو۔ کتنی خواہش تھی میری کہ میرا بھی کوئی بھائی ہوتا۔ تم سے ملاقات ہوئی تو یوں لگا جیسے بھائی ایسے ہی ہوتے ہیں لیکن ـــ؟" اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی، وہ دونوں ہاتھوں سے چہرا ڈھانپ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"ربیکا جی!" عامر شرمندگی سے بولا۔

"مت نام لو میرا۔" وہ چلائی "کوئی حق نہیں ہے تمہیں میرا نام لینے کا۔ میں تم جیسے کسی گھٹیا اور پنچ سوچ رکھنے والے شخص کو یہ اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ میرا نام لے۔ مجھے اس بات کا افسوس نہیں ہے کہ میرا کوئی بھائی نہیں ہے جو شادی کے دن مجھے رخصت کرے۔ افسوس تو مجھے اس بات کا ہے کہ میں نے اپنی محبت اور پیار تم جیسے انسان پر ضائع کیا جو اس کا حق دار نہیں تھا۔ نفرت ہے مجھے تم سے، تمہاری صورت سے اور تمہارے وجود سے۔ تم نے لڑکیوں کو کیا سمجھ رکھا ہے؟ ان سے صرف ایک ہی رشتہ استوار نہیں کیا جاسکتا لیکن تم یہ بات نہیں سمجھ سکتے۔ مجھے ترس آرہا ہے تم پر اور تمہاری سوچ پر۔ اگر تمہاری کوئی بہن ہوتی تو شاید تم سمجھ سکتے۔" وہ اس کی جانب دیکھے بغیر مڑی اور کمرے سے نکل گئی۔

شادی والے دن گھر میں خوب شور شرابا اور ہنگامہ تھا۔ ربیکا سرخ اور سنہرے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس دلہن بنی بیٹھی تھی۔ ایزد کا ساتھ اس کے لیے زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی لیکن کل عامر سے ہونے والی گفتگو نے اسے بے حد ڈسٹرب کیا ہوا تھا جبکہ ایزد آج پوری طرح موڈ میں تھا۔ وہ سب کے ساتھ خوش گپیوں اور ہنسی مذاق میں مصروف تھا لیکن ربیکا بالکل خالی الذہنی کی کیفیت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے ہر رسم غیر دلچسپ اور بور لگ رہی تھی۔ بہت سی رسموں کے بعد رخصتی کا شور بلند ہوا۔ ایک دم چونک کر اس نے امی ابو کی طرف دیکھا۔ امی جو اس کی جلد شادی کردینے پر تلی ہوئی تھیں، ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں نمی تھی۔ ابو جو پہلے ہنستے ہنستے بات بات پر قہقہے لگا رہے تھے آج وہ بھی خاموش خاموش اور سنجیدہ تھے اور پھر اس کی نظر ابو کے ساتھ کھڑے ہوئے عامر پر پڑی۔ سیاہ ڈنر سوٹ میں ملبوس عامر کے چہرے پر شرمندگی کی واضح تحریر تھی اور اس کی آنکھوں میں بھی ہلکی ہلکی نمی تھی پھر وہ آگے بڑھا۔

"ربیکا آپا!" اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "آپ کی محبتیں ضائع نہیں ہوئیں۔ دیکھیں آپ کا بھائی آپ کو رخصت کروانے آگیا ہے۔"

"عامر!" وہ آبدیدہ ہوگئی۔ "سچ!"

"بالکل سچ!"

"آج میں بہت خوش ہوں عامر۔"

"لیکن میں کل اس وقت خوش ہوں گا جب آپ کو اور ایزد بھائی کو ایک دوسرے کے ساتھ ہنستے ہوئے دیکھوں گا۔"

عامر نے اسے ایزد کے ساتھ کار میں بٹھایا اور پھر تھوڑی ہی دیر میں کار حرکت میں آگئی۔ زندگی کی شاہراہ پر زندگی کی گاڑی پھر رواں دواں ہوچکی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM